

خامہ سجده ریز



شکر داران حمد و نعت

حسین عاقب

خامہ سجده ریز

شکر داران حمد و نعت

طبعیاتی

”اردو تقدیسی ادب کا اولین مجموعہ جس میں نعت کے لئے حسنین عاقب کے ذریعے وضع کردہ انگریزی اصطلاح prophiem کی تاریخ وضع اصطلاح اور انگریزی پروفیمس کا مختصر انتخاب بھی شامل ہے۔“

خامہ سجدہ ریز

شکر دانِ حمد و نعت

شاعر

خان حسنین عاقب

ناشر : نور پبلی کیشن، مالگاوں

© جملہ حقوق مشترکہ طور پر بحق شاعر و اہلیہ منہ جبین محفوظ ہیں

نام کتاب : خامہ سجدہ ریز (شکر دان حمد و نعت)
 شاعر : خان حسنین عاقب 09423541874
 پتہ : علامہ اقبال ٹیچرس کالونی، مومن پورہ، واشم روڈ،
 پوسٹ، ضلع ایوت محل، (مہاراشٹر) Pin: 445215

اشاعت : ۲۰۱۶ء
 طباعت : نورانی آفسیٹ پریس، مالنگاؤں
 تعداد اشاعت : 1000 (بار اول)
 قیمت : 200 روپے
 ترتیب و تہذیب : محمد جنید اشفاق احمد، مالنگاؤں
 سرورق ڈیزائن : شکیل اعجاز، فرمان احمد ابن حسنین عاقب

کتاب ملنے کے پتے

خان حسنین عاقب

لکچرار، غلام نبی آزاد کالج، وسنت نگر، پوسٹ، ضلع ایوت محل، مہاراشٹر Pin : 445215

- ☆ الحراء بک ڈپو، اقرء بک ڈپو، اشرف بک ڈپو۔ پوسٹ
- ☆ ماہنامہ رنگ و بو، عیدی بازار۔ حیدر آباد۔
- ☆ مکتب خانہ انجمن ترقی اردو، ۴۱۸۱، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۶
- ☆ اسباق پبلی کیشنز، پونے
- ☆ محسن سائل۔ شیواجی نگر، گوونڈی۔ بمبئی۔ (موبائل: 9881002221)
- ☆ ایڈوکیٹ علی رضا خان۔ جونا بھاجی بازار، جونا شہر آکولہ۔ مہاراشٹر (موبائل: 9028298510)

امے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
 و ز ہر چہ دیدہ ایم، شنیدیم و خواندہ ایم
 دفتر تمام گشت و بیایاں رسید عُمَر
 ما، ہم چناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

انتساب

نبی اکرم ﷺ سے اویس قرنیؓ کے والہانہ عشق
جس کے باعث آپ ﷺ نے فرمایا کہ
اویسؓ جس کی مغفرت کی دعا کرے، اللہ اسے بخش دے گا،

نعت گویوں کے امام حسان بن ثابتؓ کے محبوبانہ فن نعت گوئی
اور

تحفہ ناموس رسالت ﷺ کے پروانے اُن شہیدانِ شوق کے
نام

جن کی عقیدت مندانہ قربانیوں نے
شامینِ رسول ﷺ کو اپنے کیفرِ کردار تک پہنچایا۔

بمصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

اقبال اللہ عَزَّوَجَلَّ

سراپا سپاس ہوں۔۔۔

مولانا عظیم صاحب، ایوت محل، کاجنہوں نے اس کتاب کے عربی متن کی صحت کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ دیکھا اور درست فرمایا۔ مفتی محمد کلیم رحمانی صاحب، پوسد کاجنہوں نے مضامین کے مطالعہ کے بعد ان میں مناسب اصلاحی مشورے دیے، مولانا ابواللیث صاحب (مالیگاؤں) کاجنہوں نے خامہ سجدہ ریز کو وقت دیا، ڈاکٹر ناصر الدین انصار صاحب کا، کہ انہوں نے بڑی محبت اور غیر جانبداری کے ساتھ میری نعت گوئی پر تجزیاتی مضمون تحریر کیا، ظفر خان گھڑی ساز (آکولہ) کے مشوروں کا اور اشفاق عمر صاحب (مالیگاؤں) کاجن کی توجہ اور عنایت نے اس کتاب کو چھاپہ خانے تک پہنچایا۔

اور۔۔۔۔

خدیجہ خانم میموریل ٹرسٹ، دارواہ، کے صدر عطاء الرحمن خان صاحب کاجن کے ذوق سلیم اور عشق نبی ﷺ نے انہیں اس کتاب کی اشاعتی سرگرمیوں میں حسبِ توفیق شمولیت کی تحریک بخشی۔

ایں رہ نعت است، نہ صحراست

خان حسنین عاقب

سوچ رہا ہوں کہ کیا لکھوں؟

جس کی مدح عین باعثِ ثواب ہو، اس کے بارے میں لکھنا، جتنا اہم، ولولہ انگیز اور مثل عبادت ہوتا ہے اتنا ہی احتیاط کا متقاضی بھی ہوتا ہے۔ عرفی اسی لئے کہتا ہے۔

عرفی! مثالب، ایں رہ نعت است، نہ صحراست

آہستہ، کہ رہ بردم تیغ است قدم را

(عرفی، جلد بازی سے کام مت لے۔ یہ نعت گوئی کی راہ ہے، کوئی صحراؤردی نہیں کہ تو کہیں

بھی بھٹکتا پھرے۔ یہاں آہستہ یعنی احتیاط سے کام لے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے تلوار پر چلنا۔)

چلتے، اپنی بات کا آغاز یہاں سے کرتا ہوں۔

گھر کے بزرگ زور سے آواز لگاتے ہیں۔

”ماجرادے! ادھر آئیے۔“

سات آٹھ سالہ ایک لڑکا ڈرتے ڈرتے کہنے یا احتراماً کہنے، فوراً حاضر خدمت ہو جاتا ہے۔

”جی دادا جان! فرمائیے، بندے کے لئے کیا حکم ہے؟“

حکم ہوتا ہے، ”کچھ اشعار سنائیے۔“

لڑکا کچھ اوٹ پٹا نگ قسم کے اشعار جو اس کی درسی کتاب یا حافظے میں تھے، سنا دیتا ہے۔

اب وہ بزرگ اس سے کہتے ہیں۔ ”شاباش۔ اب یہ شعر سنئے اور دو گھنٹے میں یاد کر کے سنائیے۔ سنئے اور اگر کہیں مشکل ہو تو پوچھ لیجئے گا۔ شعر یہ ہے۔

شمس تبریزی چہ داند؟ نعت تو، پیغمبر ﷺ !

مصطفیٰ و مجتبیٰ و سید والائے علیہ السلام توئی

وہ لڑکا دو گھنٹے گزرنے سے پہلے آ کر اپنے دادا حضور، محمد میر باز خان صاحب کو وہ سبق سنا دیتا ہے۔ معنی اسے سمجھے ہوں یا نہ سمجھے ہوں، شعر اسے ضرور حفظ ہو گیا۔ اور آج بھی ہے۔ یہ لڑکا میں تھا۔ جب سے میں نے شعور بنھا لا، گھر میں غذا اور رسول ﷺ کے تذکرے سنئے۔ دادا حضرت کو میں نے صبح و شام تسبیح کے دانوں پر انگلیاں پھیرتے پایا۔ اور یہی تعلیم، ایسی ہی تربیت مجھے گھر میں ملی جس میں عشق رسول ﷺ کے بغیر سب کچھ اودھورا تھا۔ اگر یوں کہا جائے کہ حب نبی ﷺ میری گھٹی میں ڈال دیا گیا تھا تو اہل علم حضرات اسے مبالغہ نہیں سمجھیں گے، اس بات پر میرا یقان ہے۔ تقریباً اسی عمر میں، جب میں تیسری جماعت میں تھا، میں نے ایک تقریری جلسہ میں حصہ لیا جو ایک عاشق نبی ﷺ کے یوم ولادت کے ضمن میں منعقد کیا گیا تھا، جس کا نام شیخ محمد اقبال تھا اور جسے ساری دنیا علامہ اقبال کے نام سے جانتی ہے۔ اس جلسہ میں اس وقت کی جتنا پارٹی کی ریاستی وزیر کے ہاتھوں مجھے دوسرا انعام دیا گیا تھا جو ایک قلم اور سند پر مشتمل تھا۔ سند پتہ نہیں کہاں چسپی گئی، قلم اگلے دس، پندرہ برسوں تک میرے پاس بغیر استعمال کے، رکھا رہا، پھر وہ بھی جانے کہاں گم ہو گیا لیکن قلم کی تاثیر میرے حصے میں لکھ دی گئی کہ جا! ہم نے تیرے قلم کو نہیں، اس کی تاثیر کو قبولیت بخشی۔ اور الحمد للہ، میرے پڑھنے والوں سے مجھے اس تاثیر کی کوئی ملتی رہتی ہے۔ جب میں جوان ہوا اور زندگی کی جدوجہد اس عمر سے ہی میری قسمت کا حصہ بن گئی جس عمر میں میرے ہم عمر اپنی امنگوں اور خواہشات، ضرورتوں اور خفالت کے لئے والدین پر انحصار کرتے ہیں۔ تب بھی میرا ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اتنا ہی پختہ اور غیر متزلزل تھا جتنا زمین میں گڑا کوئی پہاڑ۔ جب میری جیب میں آخری روپیہ، یا کوئی سکہ بچ جاتا تو میں راستہ چلتے ہوئے اپنی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر

اس روپے یا سکے کو تھام لیتا اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہتا۔ ”اے کارسازِ جہاں! مسیری جیب میں بس یہ آخری سکہ بچا ہے۔ اگر یہ بھی خرچ ہو گیا تو پھر کیا کروں گا؟ اس سے پہلے کہ یہ بھی خرچ ہو جائے، اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں کچھ انتقام کر دے۔“ اور میرا پروردگار کیا میری اتنی بات نہ مانتا؟ اور وہ بھی اس صورت میں کہ میں بڑی ہوشیاری سے اس کے محبوب کو دھکیلنے کے لئے درمیان میں لے آتا کہ اگر میری نہیں سنے گا تو اپنے اس پیارے محمد ﷺ کے دھکیلے کا بھرم تو اسے رکھنا ہی پڑے گا۔ وہ الہ العالمین میری دعا قبول کرتا اور کبھی سکہ خرچ ہونے سے پہلے ہی یا خرچ ہونے کے فوراً بعد، کوئی لڑکا آتا اور میرے ہاتھ پر ساٹھ یا اسی روپے (یا دینیس لیکن رقم ساٹھ اور اسی کے درمیان ہی ہوتی تھی) رکھتے ہوئے کہتا۔ ”سر! یہ لیجئے، دو مہینے کی ٹیوشن کی فیس! ابو کی تنخواہ کی ہوتی تھی اس لئے نہیں دے پایا تھا۔“ اب بتائیے کہ اس معاشی قحط سالی کے بعد مجھے آج کے حساب سے وہ معمولی سی رقم کسی بادشاہ کے خزانے سے کیا کم لگتی ہوگی؟ یہ وہی دن تھے جب مجھے بی۔ اے۔ سال دوم میں سالانہ امتحان کی فیس بھرنے کے لئے سینسٹھ روپیوں کی ضرورت تھی اور صرف دو دن باقی تھے۔ گھر میں منع کر دیا گیا کہ میاں! بی۔ اے۔ کر کے کیا نوکری مل جائے گی؟ چھوڑو یہ چسک اور کام کرو۔ اس برس میں بی۔ اے۔ سال دوم کا امتحان نہیں دے سکا اور میرے تعلیمی سفر میں ایک برس کی مسافت اور بڑھ گئی۔ شائد اللہ یہی چاہتا تھا کہ میں کسی کار بین منت نہ رہوں ورنہ اس کے لئے کیا بڑی بات ہے کہ وہ کوئی مادی وسیلہ بنا دے۔ چونکہ میں پرائیوٹ بی۔ اے۔ کر رہا تھا اس لئے اے۔ ٹی۔ کے۔ ٹی (Allowed To Keep Term) کی سہولت سے محروم تھا۔ یعنی غریبی میں آنا گیارہ، میں ۱۹۹۱ء میں بی۔ اے۔ ہو سکتا تھا لیکن دو سال مزید لگے اور میں بی۔ اے۔ ہوا ۱۹۹۳ء میں۔ اس لئے حالات کی یہی وہ بھٹی تھی جس میں تپ کر کندن بننا میرا مقصود تھا۔ اور میرے ایمان کی یہی وہ نہج تھی جس پر چل کر قدم حسین خان کو حسین عاقب کا روپ دھارتے ہوئے اس مقام تک پہنچنا تھا جہاں وہ آج کھڑا ہے۔ ان حالات میں شیطان بھلا اپنی حسرتوں سے کب باز آتا؟ وہ تو ولیوں اور نبیوں پر بھی اپنے سارے داؤ آزمانے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر

میاں عاقب کس شمار میں تھے؟ ایک تو میں انگریزی پڑھاتا تھا، اس وقت سے جب میں بارہویں جماعت میں کامیاب ہوا تھا اور اپنی اولین ٹیوشن کے لئے اپنے گھر سے پی۔ کے۔ وی۔ اسٹاف کوارٹس تک سائیکل سے سات کلومیٹر دور دو بچوں کو پڑھانے جاتا تھا یعنی آمد و رفت ہو جاتی چودہ کلومیٹر! اور فیس ملتی گل پینسٹھ روپے! اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ انگریزی ادب ہمیشہ زیر مطالعہ رہتا۔ شیطان تو ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے اور فوراً ڈورے ڈالنے پہنچ جاتا ہے۔ میں نے انگریزی زبان و ادب کی صلاحیت رکھنے والے کچھ لوگ دیکھے ہیں جو اس مردود کے جال میں ایسے الجھے کہ پھر نکل نہیں پاتے اور انگریزی زبان اور ادب کی بھول بھلیوں میں ایسے گم ہوئے کہ اپنے ایمان کے ساتھ ساتھ اپنی عاقبت تباہ کر بیٹھے۔ تو یہ جناب عزازیل، اللہ میاں سے اپنا بدلہ لینے کے لئے کئی بار میرے ایمان کے دروازے پر زور زور سے دھمکیاں دینے لگے۔ اور دیتے رہے۔ مجھے لالچ بھی کتنا خوبصورت اور میرے شعبہ دل چسپی سے متعلق دیتا تھا یہ کم بخت! کیا یہ اور کیا اس کی چالیں! مجھے سمجھاتا۔ ”میاں! کیا پڑا ہے ایسی زندگی میں؟ نری نگلی اور عسرت؟ تم اتنے ذہین اور ہوشیار، قابل اور باصلاحیت، تمہاری یہاں کیا قدر اور قیمت ہو رہی ہے؟ ساٹھ اور اسی روپیوں کے لئے چودہ کلومیٹر روز سائیکل سے حمالی کرتے ہو۔ ارے تم تو کہاں سے کہاں نکل جاؤ اگر میری ذرا سی بات مان لو!“ میں اس ملعون کے دل کا راز لینے کے لئے مسکین سی صورت بنا کر اس سے پوچھتا ”اچھا تو بتا دیجئے کہ آپ کے پاس اس کا کیا علاج ہے؟“ وہ میرے جھانے میں آ جاتا اور اپنی تجویز پیش کرتا۔ ”دیکھو! غور سے سنو! تمہارا مذہب اور تمہارے ہم مذہب تمہیں کیا دے رہے ہیں؟ تمہاری ناقدری سے میں بہت دل گرفتہ ہو جاتا ہوں۔ مجھ سے تم جیسے جیننس کی یہ حالت نہیں دیکھی جاتی۔ میں تمہارے لئے ایک کام کرتا ہوں کہ تمہیں عیسائی مشنری سے ملواتا ہوں۔ یوں بھی تم انگریزی زبان و ادب پڑھتے پڑھاتے ہو اور اس میں مہارت رکھتے ہو۔ یہ بات تمہارے حق میں جاتی ہے۔ یہ لوگ نہایت خوش دلی سے تمہارا خیر مقدم کریں گے۔ تم بس ایک بار ان سے مل لو۔ وہاں تمہارے سارے معاشی مسائل بھی ٹرین کے نیچے آ کر خود کشی کر لیں گے اور تمہاری زندگی ایک ایسی خوش حال اور پُر وقار

زندگی ہوگی کہ تمہارے اس پاس کے تمام لوگ تم پر رشک کریں گے۔ بولو! کیا کہتے ہو؟ کروں بات ان لوگوں سے؟“ اب بتائیے، میں اور جیننس؟ ابھی تو نہیں ہاں کبھی مستقبل میں جیننس ہو جاؤں تو الگ بات ہے۔ یہ تو مجھے ابھی سے مسکھ لگا کر جیننس ہونے کا تصدیق نامہ دے رہا ہے! کیا جیننس ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس امتحان کی فیس بھرنے کو بھی پیسے نہ ہوں؟ خیر! تو یہ مردود مجھے ایسا چوہا سمجھ کر جو اپنے بل میں چھپا ہوا ہو اور شدید بھوک کے عالم میں ہو، اسے باہر سے روٹی کا ٹکڑا نہیں بلکہ گھی کا پداٹھا دکھارہا تھا۔ حالانکہ اسے پتا تھا کہ میں اس نبی ﷺ کا امتی ہوں جس کے شکم پر دودو، تین تین پتھر بندھے ہوتے تھے اور اللہ کے پیغام کی تبلیغ و ترسیل کی خاطر اس کے پائے ثبات میں ذرا سی بھی لرزش نہ آتی۔ میں اپنے نبی ﷺ کو شرمندہ کیسے کر سکتا تھا؟ میرا عشق تو اقبال کی زبان ادھار لے کر یہ کہتا تھا اور کہتا ہے کہ اے اللہ!

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر

روز محشر، عذر ہائے من پذیر

تو اگر بسینی حسام ناگزیر

از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

پھر میں بہ آواز بلند لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھتا اور اس ملعون کے موسوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہوئے سورۃ الناس پڑھنے لگتا۔ جسے سنتے ہی یہ مردود شیطان اپنے سارے منصوبوں اور تجاویز سمیت جدھر اس کا منہ اٹھتا اس طرف بھاگ نکلتا۔ یہ میرے رب کا میرے ساتھ خاص کرم اور رحمت کا معاملہ رہا ہے کہ ایسے کڑے لمحات اور ایسی امتحان کی گھڑیوں میں بھی مجھے اپنے ایمان پر ثابت قدم رکھا۔ اللہ ایسے تمام مومنین کی حفاظت فرماتے اس شیطان مردود کے ہتھکنڈوں سے۔ آمین، یارب العالمین! اسی ضمن میں میں آپ سے ایک واقعہ کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں کسی مقدس مقام پر ہوں جہاں خلقت کا ایک گروہ عظیم ایک سمت دوڑا جا رہا ہے اور میں بھی اس گروہ کا حصہ ہوں۔ سارے لوگ بے خودی کے عالم میں نہ جانے کس

طرف چلے جا رہے ہیں۔ ادھر میں بھی اپنے ہوش و حواس سے بے گانہ ہو کر، اپنی خرد و عشق کے قدموں میں ڈال کر بے تحاشہ روتے ہوئے اور اپنی عبدیت اور محکومیت کا علی الاعلان اعتراف کرتے ہوئے، شانِ ربوبیت کو پکارتے ہوئے چلا جا رہا ہوں کہ ”لیبک! الہم لیبک! لا شریک لک لیبک“ اس خواب کی جزئیات میں مجھے بس اتنا ہی یاد رہا کہ میں اپنے رب کو پکارتے ہوئے، اس کے حضور اپنی حاضری کا اعلان کرتے ہوئے، اس کی سمت دوڑتا چلا جا رہا ہوں اور کوئی چپکے سے میرے کانوں میں کہہ رہا ہے کہ کاش! تیرا یہ خواب سچ ہو جائے۔ میری آنکھ سے گرنا ہر آنسو اللہ کے حضور جیسے گڑ گڑا کر کہہ رہا ہو کہ اے خالق دو جہاں! میرا وجود عرقِ انفعال سے زیادہ کچھ نہیں جو تیرے کرم کی اس میں یہاں آن موجود ہوا ہوں۔ دیکھ میرے پیچھے میرے کتنے بھائی بند قطار در قطار تیری رحمت کے منتظر ہیں۔ ہم سب محض حقیر سے قطرے نہیں ہیں، اس انسان کی ندامت اور شرمندگی کا اعتراف ہیں۔ ہمیں قبول فرمالے۔ تیرے علاوہ اور کوئی دربار ہے بھی تو نہیں جہاں ہم جائیں۔ تو غفار ہے۔ تو نے خود کہا ہے ”لَا تَقْضُوا مِنْ الرِّحْمَةِ اللّٰہُ“ تو اب ہماری اس امید کا بھرم رکھ۔ اپنے نفس کی تطہیر کے اس گداز کے لطف اور مزے کو میں آج بھی جب آنکھیں بند کر کے محسوس کرتا ہوں تو پھر اسی منظر میں داخل ہو جاتا ہوں اور پھر وہی ”لیبک! الہم لیبک!“ کی روح پرور صدا میرے وجود کے نہاں خانوں سے نکل کر میرے کانوں میں گونجنے لگتی ہے۔ اللہ کرے میرا یہ خواب، جس میں محسوس کئے گئے گداز کو میں اپنا اب تک کا سرمایہ حیات سمجھتا ہوں، ایسا سچ ہو۔۔۔ ایسا سچ ہو، کہ بس۔۔۔ اس کی تعبیر کے بعد کسی اور خواب کی حاجت نہ رہے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

حادثوں کا اور میرا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ چھوٹے موٹے حادثوں کے علاوہ یہ نا تو اں و نزار سادکھائی دینے والا جسم و دواستہائی جان لیوا اور مہلک سڑک حادثوں کا شکار بنا۔

پہلے حادثے میں میری سیدھی سادی سائیکل کی رفتار سے چلنے والی موٹر سائیکل کو ایک نہایت جہیم اور طاقتور موٹر سائیکل نے جس پد تین نشے میں دھت مہتر سوار تھے، ہوائی جہاز کی رفتار سے چلاتے

ہوئے آمنے سامنے کی ٹکرماری جس نے میرے چہرے کو نشانہ بناتے ہوئے اس میں چار، بلکہ صرف آدھے چہرے میں چار سر جریوں کی گنجائش بنادی۔ یوں ایک اچھا خاصہ چہرہ دو حصوں میں بٹ گیا ہے میری طرف سے دیکھیں تو ناک کے دائیں جانب والا نصف پہلے جیسا اور متوسط طبقے کے صحت مند آدمی جیسا لگتا ہے جس پر عمر کی کہن سالگی کا اثر موسموں جیسا ہوتا ہے لیکن ناک کے بائیں طسرف والا نصف کسی نو دود لیتیے کی طرح یا محبوب سے روٹھی پھولی کسی حسینہ کے چہرے کی طرح متمنا تارہتا ہے۔ پلاسٹک سرجری نے چہرے کو الحمد للہ، خوبصورت ہی رہنے دیا البتہ اچھی خاصی کھڑی ناک اب پھولی ہوئی لگتی ہے اور لوگ باگ بلا وجہ گسان کرتے ہیں کہ میں غصے میں ہوں۔ اوپری ہونٹ کٹ کر بائیں طرف ذرا نیچے ہو گیا ہے اور تھوڑا دبا دبا سا محسوس ہوتا ہے جسے کوئی نیا آدمی تو سمجھ نہ پائے گا۔ گالوں کے عضلات بلا وجہ کبھی کبھی متحرک ہو جاتے ہیں اور پھڑکنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے کبھی کبھی میں ڈر جاتا ہوں کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ حالانکہ عضلات کی یہ حرکت مکمل غیر اضطراری ہے اور مجھے اس کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔ بہر حال، یہ پہلا حادثہ تو یوں ہی چلا آیا جس کا عمل بھی نہ تھا اس لئے اس کے کبھان کو کسی اور وقت اور کتاب کے لئے اٹھا رکھتا ہوں۔ لیکن دوسرے حادثے کو اس مضمون کے موضوع سے نسبت ہے۔ اس لئے اس کی تفصیل اور تذکرہ سن لیجئے۔ تاریخی شہر اورنگ آباد سے واپسی کے وقت میرے سب سے چھوٹے برادر نسبتی نے گاڑی چلانے کی ضد کی۔ جیسے ہی صاف و شفاف ہائی وے شروع ہوا، اس نے ہائی وے کی چوڑی چمکی سڑک کو پل صراط کے بجائے صراطِ مستقیم سمجھتے ہوئے رفتار کو سو سے نیچے نہ آنے دیا۔ اچانک ہماری بائیں طرف سے ایک دوسری کار ہماری کار کے برابر سے ہوتے ہوئے نگی اور یہ جاوہ جا۔ اس سے ہماری گاڑی کو کوئی تکلیف نہ تھی لیکن ڈرائیور صاحب کے ذہن سے اچانک اپنے ماہر ہونے کا احساس محو ہو گیا اور انہوں نے نہ صرف گاڑی کے اسٹیرنگ کو بائیں جانب پورا پورا گھما دیا بلکہ حادثے سے بچ پانے کے ہر امکان کو ہرے سے خارج کرتے ہوئے ایکسلیمریٹر پر پوری طاقت سے پیر رکھ دیا۔ اب کیا تھا! گاڑی زوئیں زپ کرتی ہوئی ہوا میں اچھلی اور تین قلابازیاں کھاتی ہوئی سڑک سے تقسیماً پانچ فٹ نیچے

ایک کھیت میں ٹوٹی پھوٹی حالت میں اس صورت سے براجمان ہوئی کہ اس کا سارا زور میری جانب تھا اور سارا بوجھ جیسے میری پشت نے سنبھال رکھا تھا۔ بفضل اللہ، بچے اور دیگر لوگ سلامت باہر آئے اور میاں حسنین عاقب کو کھینچ کھانچ کر نکالا گیا۔ میرے سر پر بھی کچھ زخم لگے لیکن پیٹھ کی ہڈیاں یہ ضرب برداشت نہ کر سکیں اور اب بھی مسلسل تکلیف دیتی رہتی ہیں۔ اب آئیے اصل موضوع کی طرف۔ جب گاڑی ہوا میں تھی اور میرا ذہن تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا، تو یہ فاصلہ چند لمحوں کا تھا۔ میرے سامنے موت واضح طور پر موجود تھی۔ بچنے کی کوئی امید نہیں تھی اور میں چونکہ سامنے کی نشت پر بیٹھا تھا اس لئے یہ بات مجھ سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا کہ منکر نکیر سے ملاقات میں اب کتنی کی چند گھڑیاں حاصل ہیں۔ ایسے ہولناک لمحات میں میں نے اپنے آپ کو کہتے سنا۔ ”اے اللہ! تو بڑا کارساز ہے۔ اب میں تو تیرے دربار میں حاضر ہوا ہی چاہتا ہوں۔ لیکن میں تیرے آگے کس منہ سے آؤں کہ میرے پاس اعمال کے نام پر کچھ نہیں ہے۔ سارا دفتر خالی پڑا ہے۔ گناہوں کی طول طویل بیاضیں بھری پڑی ہیں اور نیکیوں کی پاکٹ ڈائریوں کے بھی کبھی صفحات کورے ہیں۔ اب تو بس تیری مغفرت ہی کا آسرا ہے ورنہ میں تو کہیں کا نہیں رہوں گا۔“ اور واقعاً مسیری زبان پر جاری تھا۔ ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ“ یہ مجھ جیسے گنہگار کے لئے کیا کم بڑی بات تھی کہ اس نے ان آخری لمحات کے گمان ہی میں سہی، میرے دل میں اپنا اور اپنے نبی ﷺ کا ذکر فروزاں کر دیا۔ میری زبان کو وحدت کے اقرار اور رسالت کی شہادت کی تکرار کی خاطر متحرک کر دیا ورنہ میں تو اپنے یقین اور ایمان کی حد تک اسے اپنا آخری سفر تصور کر رہا تھا اس لئے موت سے خوفزدہ نہ ہوتے ہوئے اگر میں اپنے اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اپنے اعمال کو یاد کر رہا تھا، تو یہی میرے فہم اور ادراک و شعور کے لحاظ سے خاتمہ بالایمان کہلاتا ہے۔ یہ میرے رب کا خاص کرم رہا کہ اس نے مجھے اعمال کی ڈائری میں نیکیاں رقم کرنے کا موقع دے دیا ورنہ۔۔۔ ان آخری لمحات میں اس احساسِ ایمانی کی قوت کے ادراک کو میں اپنی حیات کا سرمایہ سمجھتا ہوں اور اسی احساس سے میرے جذبے کو تحریک ملتی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

چلئے، اس واقعہ سے صرف نظر کرتے ہیں اور اپنی بات کے موضوع سے دو بدو ہوتے ہیں۔
میرے مطالعے نے میرے وجدان کو نہ جانے کتنے صاف ستھرے، شفاف، مٹھرا اور پاکیزہ غلافوں کے اس پار دیکھنے کا حوصلہ بخشا۔ ان غلافوں کے نیچے جہاں مجھے اویسؓ قسرنی، بلالؓ حبشی، ابو دجانہؓ اور ام عمارہؓ وغیرہم کا عشق محمد نظر آیا تو وہیں حسانؓ بن ثابتؓ کی نعت گوئی، شرف الدین بصیریؒ کا قصیدہ بردہ، جلال الدین رومیؒ اور سعدی شیرازیؒ کی عقیدت کے درشن ہوئے۔ ذرا آگے دیکھا تو دیگر بزرگوں کے علاوہ اقبالؒ دکھائی دئے کہ جن کے آگے کوئی نام محمد ﷺ لیتا تو ان کی آنکھیں فرط عقیدت اور شدت عشق سے ٹپ ٹپ برس پڑتیں۔ یہاں جب میں بات کر رہا ہوں تو یہ علمی بلاغت کا کوئی فروغی معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ اپنے جذبات و عقیدت کے اظہار کا معاملہ ہے جس میں شعر گوئی نے خیال کے پیر ہن کا قالب اوڑھنا ہے جسے نعت گوئی کہتے ہیں۔

میری نعت گوئی کے اصول:

میں نے اپنی نعت گوئی کے لئے مندرجہ ذیل اصولوں کو اپنی راہ نمائی کے لئے ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے رکھا ہے۔

- ۱۔ عقیدت
- ۲۔ عشق و محبت رسول ﷺ
- ۳۔ احترام و تقدیس
- ۴۔ شوکت الفاظ
- ۵۔ غلو، یادہ گوئی اور کذب بیانی سے مکمل احتیاط و اجتناب۔ (میں نے اپنے ایک شعر میں اس بات کی تفہیم کی کوشش بھی کی ہے۔ شعر یہ ہے۔

تم حد ادب رکھو، جب نعت کہو عاقبؒ شوخی نہ ذرا بھی ہو، اسلوب و اداؤں میں
ورنہ بہت سے شعراء اس رو میں ایسے بہہ جاتے ہیں کہ فن کو نکھارنے اور کچھ نیا
کرنے کے چکر میں گستاخی کی حدوں کو چھوئے لگتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نعت کہہ کر

ہم تو اپنی عاقبت سنوار رہے ہیں۔)

- ۶۔ حرمت و ناموس رسالت ﷺ کا لحاظ
 - ۷۔ بیان کردہ واقعات کی صداقت کا ایقان
 - ۸۔ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی
 - ۹۔ پیغام رسالت کی ترویج پر ارتکاز
 - ۱۰۔ نعت میں ظاہر کئے گئے خیالات میں شاعر کے اپنے اغلاص کا انعکاس۔
- یہ وہ نکات ہیں جن کی روشنی میں میری نعت گوئی کا سفر رواں رہتا ہے۔

عشق کیا ہے؟

قرآن کہہ رہا ہے۔ ”یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا الہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ۔ لہم مغفرۃ واجر عظیم۔

(سورۃ الحجرات۔ آیت ۲، ۳)

یعنی: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز میں بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال غارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ جو لوگ رسول ﷺ کے حضور بات کرتے ہوئے اپنی آواز پست رکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے۔

یہ عشق ہے کہ ایک انسان ایک مومن بن کر جتنے اور ایک مومن اپنے ایمان کو عشق نبی ﷺ سے مزین کر کے ہی اپنی عقیدت کی معراج تک پہنچ سکتا ہے۔ اور عشق نبی ﷺ کا تقاضہ عسین یہی ہے جو مندرجہ بالا آیت بیان کرتی ہے۔

تائیرِ عشق کیا ہے؟

قرآن کہتا ہے۔ ”النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم“
یعنی نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لئے ان کی ذات پر مقدم ہیں۔ (الاحزاب: ۶)
تشریحاً ایک مکالمہ سنئے۔

عمرؓ : یا رسول اللہ! مجھے آپ کے ساتھ ہر چیز سے زیادہ محبت ہے، سوائے اپنی جان کے۔
رسولِ عربیؐ : عمرؓ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک مجھ سے اپنی جان سے زیادہ محبت نہ ہو۔

عمرؓ : الاآن، یا رسول اللہ! اب مجھے آپ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہے۔
رسولِ عربیؐ : الاآن، عمرؓ اب تم نے ایمان کے اس تقاضے کو پورا کیا۔

ابتدائے شعور ہی سے میں نے اپنے ایمان کو وحدتِ الہی کے ساتھ رسالتِ محمدی ﷺ پر
استحکام کے ساتھ جمے پایا۔ میرا ایمان اس امر پر بھی ثابت قدم رہا ہے اور الحمد للہ، آخری سانس تک
رہے گا کہ رسالت ہمیشہ وحدت کی انگلی تھا ہے رہتی ہے اور وحدت ہمیشہ رسالت کی مسربنی و مشفق اور
سرپرست ہوتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ یوں جب اپنی امت سے ناراض ہوئے تو وحدتِ الہی
نے تنبیہ کے بطور انہیں مچھلی کے شکم میں مہمان کر لیا۔ داؤدؑ نے غلطی کی تو انہیں توفیق گر یہ عطا کر دی
گئی۔ موسیٰؑ کی ناتوانی کو قوت و افتخار میں بدل کر انہیں فرعون کے مقابل کھڑا کر دیا گیا۔ ایوبؑ کو صبر
کے ذریعے اور ابراہیمؑ کو آتشِ نمرود کے ذریعے آزمایا گیا۔ وحدت جب کرم پر مائل ہوئی تو اسی
ابراہیمؑ کو دوست کا درجہ دے کر آتشِ نمرود کو اس کے لئے گلزار کر دیا گیا، یوسفؑ کو حسن دیا گیا اور عیسیٰؑ
کو مردوں کو زندہ کرنے کا محبضہ بخشا گیا۔ مگر بات جب محمد ﷺ تک پہنچی تو سارے تکلفات ختم کر
دئے گئے۔ امام المرسلین ﷺ، خاتم النبیین ﷺ قرار دیا گیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ اے محمد ﷺ!

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری

آں چہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

اسی ذاتِ اقدس کی محبت سے مجھے بھی سرفراز کیا گیا ہے محمد ﷺ کے نام سے میرے دل میں بھی گداز پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی تاثر کے تحت میرے تصور نے ایک دن مجھ سے اصرار کیا کہ میں اپنے اور اپنے اللہ کے محبوب، وجہِ خلق کائنات، محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں اب تک پیش کی گئی نعتوں پر تحقیق کروں اور بہ نفس نفیس اس سفر کو انجام دوں اور مختلف ادوار اور قرون سے شہادت لے آؤں اور قارئین کی خدمت میں حاضر کروں۔ یہ سنتے ہی میرے ادراک نے مجھ سے یوں مکالمہ شروع کر دیا۔

وہ : تم کون ہو؟

میں : حسین عاقب۔

وہ : کون حسین عاقب؟

میں : میں ایک مسلمان اور ایک عاشقِ نبی ﷺ ہوں؟

وہ : اچھا! یہ بتاؤ کہ قصد کیا ہے؟

میں : نعتِ محمد ﷺ کے مختلف ادوار اور عاشقانِ نبی ﷺ کی عقیدت کی شہادت۔

وہ : تو اس کے لئے تمہارا فانی وجود، تمہاری یہ آب و گل، تمہاری یہ خاکستری ہستی کام نہیں

آنے والی۔ اس کے لئے تمہیں اپنے تصور کا روپ اپنانا ہوگا۔ تم صدیوں طویل فاصلوں کو پار کر کے اس پار نہیں جاسکتے جہاں تم ان عقیدت مند ان محمد ﷺ کے عشق کی گواہی دے سکو۔ چلو، آتا رہو اپنا یہ خاکستری لبادہ اور اپنے تصور کو اس کام کے لئے آزاد کر دو تاکہ وہ اس کام کا قائل ہو سکے۔

میں : (میں اس بات پر قائل اور مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔) ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کا ارشاد

گرا می!

بس! یہیں سے میرا اپنا سفر ختم ہوتا ہے۔ اب میں اپنے قلم کو اذنِ قیام دے

رہا ہوں۔ میں جس کام کو انجام دینے کی قوت ہی نہیں رکھتا، اسے کرنے کی

کوشش کیوں کروں؟ اس لئے میں نے اپنے تصور سے یوں گفتگو کی۔

میں : میاں تصور! ہمارے محترم ادراک نے ہمیں یہ صائب مشورہ دیا ہے کہ نعت گوئی کے مختلف واقعات کی شہادت کے اجتماع کے لئے مختلف ادوار اور قسروں سے شہادت حاصل کریں۔

میر تصور : یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ بلکہ سعادت کی بات ہے۔

میں : لیکن میاں! تم تو جانتے ہی ہو کہ بقول حافظ شیرازی

تو، و طوبیٰ، و ما و قسا مت یار
فلک ہر کس، بہ قدر ہمت اوست

یہ سعادت تو تمہیں حاصل کرنی ہے۔ میں تو زمان و مکان کے فاصلے طے کرنے سے رہا۔ البتہ تمہارے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

میر تصور : جی ہاں! سہی کہا آپ نے۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو میں انکار بھی کر دیتا لیکن یہ تو میرے لئے باعث افتخار ہے کہ میں اس مبارک و مقدس کام کو سرانجام دوں۔
اچھا تو پھر میں چلوں اپنے سفر پر؟ اجازت دیجئے!

میں : ہاں، ٹھیک ہے، تم فوراً روانہ ہو جاؤ اس سفر پر، کبھی دیر نہ ہو جائے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو!

میر تصور : جی، فی امان اللہ!

اس مکالمے کے بعد میر تصور اپنے سفر پر نکل پڑا اور میں دعاؤں میں لگ گیا کہ اللہ اسے کامیاب و کامران کرے۔ اور جس کام کی انجام دہی اس کے ذمہ آن پڑی ہے، وہ اس میں احسن طریقے سے پورا اترے۔ اس سے آگے اب میں آپ سے گفتگو کا تحمل نہیں رکھتا کہ اس سفر کی پوری روداد آپ میرے تصور کی زبانی ملاحظہ کریں، میں درمیان میں حائل نہیں ہونا چاہتا۔ اللہ کرے میں اور آپ تمام اللہ کی امان میں رہیں اور اس کے رسول ﷺ کی شفاعت سے مشرف ہوں تاکہ نجاتِ آخری حاصل ہو جائے۔ آمین، یارب العالمین!

ناقہ خیال

میں تصور ہوں : حسنین عاقب کا تصور اور میں اس بات کا متحمل ہوں کہ وقت کے کسی بھی دور، کسی بھی قرن اور عہد سے گزر سکوں۔ میں نے مندرجہ بالا کام، بلکہ ذمہ داری کو اپنے لئے لازم کر لیا ہے اور اب اسی کے لئے وقف ہوں کہ یہ پاکیزہ اور مقدس فریضہ انجام دے سکوں۔ آئیے، میں آپ کو بھی ان تمام واقعات اور وقوعات کی روداد براہ راست بتا سکوں جس کی شہادت میرے ذمہ ڈالی گئی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے محمد ﷺ کے خاندان والوں سے اس کی تعریف سنوں کہ یہ اپنے قبیلے کے اس صادق و امین شخص کے بارے میں کیسی عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے سب سے پہلے محمد عربی ﷺ کے گھر سے اس کام کی ابتداء کی۔

میں چپ چاپ، ذمہ دار، ایک طرف کونے میں کھڑا ایک عجیب و غریب منظر دیکھ رہا ہوں۔ یہ عرب کا شہر مکہ ہے۔ قبیلہ قریش ایک جگہ جمع ہیں۔ سارے لوگ ایک قافلہ کے آس پاس کھڑے ہیں۔ یہ قافلہ ملک شام کو جا رہا ہے جسے اس شہر کی ایک متمول اور معزز خاتون غدیجہؓ نے بھیجا ہے۔ یہ تو محض ایک قافلہ ہے لیکن اس کو الوداع کہنے کے لئے قریش کے اتنے سارے لوگ کیوں جمع ہیں؟ ہاں، یہ اس لئے جمع ہیں کہ ان کے درمیان کا ایک انتہائی خوبصورت، نیک، خوش خصال، ہمدرد، مہربان، صادق، امین اور محبوب نوجوان بھی اس قافلے میں جا رہا ہے اور قبیلے کے سارے لوگ اسی کو الوداع کہنے یکجا ہوئے ہیں۔ سب اپنے اپنے طور پر اس سے اپنی یگانگت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس نوجوان کا نام محمد ﷺ ہے جس کی عمر ابھی محض ۲۴ برس ہے۔ اس کے ایک چچا جو اس بھیڑ میں بڑی محبت سے اس نوجوان کو نہارتے ہوئے دیکھ رہے ہیں جن کا نام نامی عباسؓ ہے۔ دفعاً اپنے اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے کہہ اٹھتے ہیں۔

یامخجل الشمس والبدر المنیر اذا

تبتسما لشغل لسمع البرق منه اصنا

گم معجزات راینا منک قد ظہرت

یاسید ذکرہ یشفی بہ المرضی

(اے آفتاب اور بدر منیر کو اپنے جمال سے شرمندہ کرنے والے! تو جب مسکراتا

ہے تو برق سی لہر جاتی ہے۔ ہم نے تجھ سے بہت سے معجزات دیکھے ہیں۔ اے

سردار! تیرا ذکر بیماروں کو شفا دیتا ہے۔)

میں سوچتا ہوں کہ ایسی کیا بات ہے اس نوجوان میں کہ اس کے باپ کا بھائی اس کے تعلق سے اتنا خوش گمان ہے، اس سے اتنی انسیت رکھتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو بھی پہنچ چکا تو بھی وہ اس سے ایسی محبت کرتا ہے؟

یہ اس شخص کی پاکیزہ خصالی ہی ہو سکتی ہے۔ ورنہ کوئی بتائے کہ جہاں بھائی بھائی میں نہ بنتی ہو وہاں بھائی کے بیٹے سے یہ محبت چہ معنی دارد؟

اس نوجوان کو آگے چل کر نبی ہونا لکھا تھا۔ یہ تو انسان تھے، گوشت پوست کے انسان، خاک کے پتلے جو اس سے محبت کرتے تھے۔ اس سے تو خالق بھی محبت کرتا تھا جس نے اس کو، اور اس کائنات کو اور ہر ایک ذرے کو بنایا ہے۔ پھر اس کے کیا کہنے۔ اور یہ اشعار جو عباسؓ کی زبان سے نکلے تھے، میری دانست میں نعت گوئی کی تاریخ کے سب سے پہلے اشعار تھے۔ اور پھر محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف کرنے کو ایک الگ شعری صنف کا درجہ مل گیا۔ اسے نعت کہا جاتا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی نہیں تو اور کیا ہے کہ میری تقدیر میں نعت گوئی کے ایسے ایسے لمحات کی شہادت لکھی گئی ہے جس کی روداد میں آپ کو اس مضمون میں سنانے والا ہوں کہ جن میں محمد مصطفیٰ ﷺ کے حضور ان کے کچھ عاشقوں کو نعت گوئی کا شرف حاصل ہوا۔ اور میری بات مانیں، تو میں ان لمحات کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھتا ہوں۔

میں ذرا آگے بڑھا تو دیکھا کہ اب یہ نوجوان ایک پختہ عمر شخص میں تبدیل ہو چکا ہے اور

اپنے رب کے دین، دین اسلام کی تبلیغ میں جی جان سے لگا ہوا ہے۔ اب وہ محض قریش کا ایک شخص نہیں ہے بلکہ اللہ کا رسول ﷺ، نبی ﷺ اور اپنی امت کا نجات دہندہ ہے۔ اب یہ ہزاروں آنکھوں کی ٹھنڈک اور قلب و نظر کا سکون ہے۔ یعنی یہ ہیں محمد عربی ﷺ جن کے نام پر لاکھوں پروانے اپنی جان ہنسی خوشی قربان کرنے کو اپنی خوش نصیبی سمجھتے ہیں۔ محمد ﷺ کے ایک چچا جو آپ سے محبت تو بے انتہا کرتے ہیں لیکن اللہ کی جانب سے توفیق ایمان مقصوم میں نہیں ہے، اپنے بھتیجے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ میں نے اس سے پہلے ان کے ایک اور چچا عباسؓ کی بات بھی آپ سے کی ہے۔ یہ بھی ان ہی کی بات ہے اور ان کا نام ابوطالب ہے۔ یہ اپنے بھتیجے کی طرف دیکھ رہے ہیں اور نہ جانے کیا سوچ رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ صاحب بھی اپنے تصور سے کام لے رہے ہیں اور ان کا تصور برسوں پیچھے کے طرف دوڑ رہا ہے جب محمد ﷺ کا بچپن تھا اور وہ اپنے انہی چچا کے ساتھ، ان کا ہاتھ تھا۔ کعبہ میں کھڑے ہیں۔ یہ وقت انتہائی کڑا ہے کہ مکہ میں قحط پڑا ہوا ہے اور بارش کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ ابوطالب اپنے اس بھتیجے کی طرف دیکھتے ہیں اور اللہ سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا حوالہ دے کر دعا کرتے ہیں۔ اور پھر قدرتِ مہکائیل کو حکم دے دیتی ہے کہ وہ بادلوں کو برسنے کا اشارہ کریں۔ ابوطالب کو اتنے برس بعد جب یہ یاد آتا ہے تو ان کی زبان پر فوراً یہ شعر آجاتا ہے جو اس وقت کی عکاسی کرتا ہے جب ممدوح کم سن تھا۔ ابوطالب کہتے ہیں۔

وایبض سیتسقی الغمام بوجه

ثمال الیتامی عصمتہ لارامل

(وہ روشن چہرے والے جن کے تابناک رونے اقدس کے صدقے سے

بادلوں سے پانی مانگا جاتا ہے ہوتیموں کے والی اور یتیموں کی پناہ ہیں۔)

عبدالطلب کے صاحب زادوں میں ایک اور نام ایسا ہے جو قریش کا جانا مانا فرد تھا۔ جس نے ابتداء میں اسلام قبول نہیں کیا تھا لیکن جب اسلام لایا تو اس دین الہی کو ایسی تقویت ملی کہ دیگر ماضقان محمد ﷺ کے قسب کو طمانیت میسر ہوگئی۔ محمد ﷺ کے یہ چچا جن کا نام حمزہؓ تھا، بھی اپنے دوسرے بھائیوں یعنی ابوطالب اور عباسؓ کی طرح محمد ﷺ سے بے انتہا چاہت کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ایک

دل اپنے اسلام لانے کے بعد حمزہؓ اپنے بھتیجے سے زیادہ اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف میں یوں رطب اللسان ہوئے۔

حمدت اللہ حین حدی فؤادی
الی الاسلام والدين الحنيف
لدين جاء من رب عزيز
خبير بالعباد بهم لطيف
اذا تلي رسائله علينا
تحدرد مع ذى اللب الحنيف
واحمد مصطفى فينا مطاع
فلا تغشوه بالقول العنيف
فلاد الله نسلمه لقوم
ولما نقض فيهم بالسيف

(میں نے خدا کی حمد کی جب اس نے اسلام اور دین حنیف کی راہ دکھائی۔ وہ دین جو بندوں پر لطف فرمانے والے اور انہی خبر رکھنے والے رب عزیز کا ہے۔ جب اس کے پیغام ہمیں سنائے گئے تو عقل والوں کے آنسو رواں ہو گئے۔ احمد مصطفیٰ ہمارے درمیان فرمانروائیں تو ان کے حضور سخت کلامی سے نہ پیش آؤ۔ خدا کی قسم! ہم انہیں مخالفین کے سپرد نہیں کریں گے۔ ابھی تو ہم نے ان کے درمیان تلواروں کا فیصلہ بھی جاری نہیں کیا ہے۔)

میں حیران ہوں کہ کیا کہوں اور اگلی نسلوں اور اگلے قرون کو کیسے بتاؤں گا کہ اس شخص پر اس کے اپنے کیسے اپنی جان لٹانے کو اپنی ہستی کا حاصل سمجھتے تھے۔ مگر ہاں! میں نے یہی دیکھا اور اسی کی شہادت آپ کو دے رہا ہوں۔ یہ وہی چچا ہیں جن کا کلیجہ جنگِ اُحد میں ہندہ نے چبا کر تھوکا تھا اور اس شیر اسلام کے جسم کے اعضاء کا مثلہ کیا تھا۔ اور عشق کا کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟ جب نبی اکرمؐ کے تقریباً تمام مومن چچا اپنے بھتیجے کی نعت کہہ سکتے ہیں تو پھر سران کی پھوپھی کیسے پیچھے رہ سکتی

ہیں۔ یہ محترم پھوپھی ہیں، صفیہ بنت عبدالمطلبؓ۔ میں کیا کہوں کہ یہ کیسی جری اور بہادر خاتون ہے۔ آپ خود اس خاتونِ آہن کی داستان پڑھئے گا، میں کچھ نہیں کہوں گا۔ فی الحال آپ محمد ﷺ کی پیاری پھوپھی کے اپنے عظیم بھتیجے کی شان میں کبھی گنجی یہ نعت سنئے۔

ۛ
الا یا رسول اللہ کُنتَ رجاءنا
و کُنتَ بنا برد لم تک جا فیا
و کُنتَ رحیما ہادیا و معلما
لیک علیک الیوم مز کان با کیا
فدا الرسول اللہ امی و خالتی
و عمی و آبائی و نفسی و مالیا

(یا رسول اللہ! آپ ہماری امید اور ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے تھے، بدسلوکی والے نہ تھے۔ آپ مہربان، راہنما اور معلم تھے۔ آج آپ پر روئے وہ جو رونے والا ہو۔ میری ماں، میری خالہ، میرے چچا، میرے آباء و اجداد، میری جان و مال سب کچھ رسول اللہ پر قربان ہوں۔) میں تو حیران ہوں کہ اس نبیؐ کو اپنے ہی خاندان میں اتنے اور ایسے شدید چاہنے والے ملنا اپنے آپ میں خود ایک معجزہ نہیں تو اور کیا ہے؟ میں ذرا اور آگے بڑھا تو احترام اور حیا نے میرے پاؤں پکڑ لئے۔ یہ تو محمد ﷺ کا گھر ہے۔ میں کیسے اس میں داخل ہو سکتا ہوں؟ یہاں تو فرشتے بھی بلا اجازت داخل نہیں ہو سکتے، پھر میں تو محض ایک عام انسان، بھلے ہی وہ حسنین عاقبہؓ جیسا عاشقِ نبیؐ ہی کیوں نہ ہو، اس کا تصور محض ہوں۔ لیکن میں نے تمام احتیاط اور ادب، لحاظ اور تقدیس کے ساتھ آواز سنی۔ ارے! یہ تو ہم سب مومنوں کی ماں، دین اسلام کی ایک عالمہ اور کئی احادیث کی راویہ، ابو بکرؓ کی صاحبزادی اور آپ ﷺ کی نہایت محبوب زوجہ حضرت عائشہؓ ہیں۔ سبحان اللہ! کیا کہہ رہی ہیں، ذرا میں سنوں اور آپ کو بھی سناؤں۔ اوہو! اللہ اللہ! کیا شانِ رسالت ہے کہ مجتوں کی رازدار بیوی تعریف میں یوں گویا ہے۔

فلو سمعوا فی مصر اوصاف خده

لما بذلوا فی سوم یوسف من نقد

لواحی زلیخا لو رائن جبینہ

لا ثرن بالقطع القلوب علی الایدی

(اگر آپ ﷺ کے رخسارِ مبارک کے اوصاف اہل مصر سن پاتے تو جناب یوسفؑ کی

قیمت لگانے میں سیم وزرن نہ بہاتے۔ اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں آپ کی جبین

انور دیکھ پاتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دل کاٹنے کو ترجیح دیتیں۔)

میں درود پڑھتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھتا ہوں کہ ابھی عشق کی اور منزلوں کی گواہی بھی

مجھے جمع کرنی ہے۔ لیکن ابھی زیادہ آگے نہیں بڑھا تھا کہ اندرونِ خانہ ہی سے ایک اور آواز آئی۔ یہ

آواز ایک بیٹی کی آواز تھی جو اپنے پیارے والد کی مدحت بیان کر رہی تھی۔ یہ کون ہے؟ سبحان اللہ!

یہ تو خاتونِ جنت ہے، فاطمۃ الزہرہؑ ہے جو یوں اپنے باپ کی سیرت کا ذکر کر رہی ہیں۔

ماذا علی من شم ترۃ احمدؐ

ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

مُتَبَّت علی مصائب لوأٰ نہا

مبت علی الایام مسرن لیا لیا

(جس نے قبرِ رسول ﷺ کی خاک سونگھ لی اگر وہ زمانے بھر کے گراں قیمت عطروں اور خوشبوؤں

کو نہ سونگھے تو کوئی نقصان کی بات نہیں۔ یعنی میرے لئے وہی خوشبو کافی ہے اور کسی اور خوشبو سے

مجھے کوئی سروکار نہیں۔ مجھ پر ایسے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دن پر ٹوٹتے تو وہ رات بن جاتی۔)

رسولِ آخر کی یہ بیٹی اپنے باپ سے ایسا عشق کرتی تھی کہ کوئی اور بیٹی کیا کرے گی۔ کفار ان

مکہ دورانِ نماز جب اس پیاری بیٹی کے باپ پر اونٹ کی اوجھڑی ڈال دیتے تو یہی بیٹی روتے

ہوئے انہیں سارے رشتے یاد دلاتی، پھر بھی ان کا دل نہ پستیمتا تو ان سے پوچھتی کہ کیا میرے باپ

کی ساری عمر کی اچھائیوں کا یہی صلہ ہے؟ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایسے شفیق باپ کے دنیا سے

رخصت ہونے کے بہ مشکل چھ مہینے بعد ہی یہ بیٹی بھی جنتی خواتین کی سرداری کے لئے سفر پر نکل پڑی اور اپنے نبی ﷺ باپ کی پیش گوئی کو پورا کیا۔

اب میرا رخ نبی اکرم ﷺ کے ایک ایسے دوست کی طرف تھا جس کے بارے میں آپ ﷺ نے خود کہا تھا کہ اس کے علاوہ مجھ پر کسی کا احسان نہیں۔ یہ دوست غار ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا، اور محمد ﷺ کے عقد نکاح میں اپنی بیٹی کو دے کر اس دوستی کو رشتے داری میں بھی بدل چکا تھا۔ اس دوست کو ابو بکرؓ کہا جاتا ہے۔ اور اب یہی ابو بکرؓ جسے مسلمانوں کا پہلا خلیفہ راشد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا، کہہ رہا ہے۔

لما رأيت نبينا متجندا لا

مناقت على بعرضهن الدور

فار تاع قلمبي عند ذاك لهما كه

والعظم منى ما حيت كسير

ياليتنى من قبل يهلك صاحبي

غيبت فى جدث على صخور

(جب میں نے اپنے نبی کو وفات یافتہ دیکھا تو مکانات اپنی وسعت

کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئے۔ اس وقت آپ کی وفات سے میرا دل لرز

اٹھا اور زندگی بھر میرے ہڈی شکستہ رہے گی۔ کاش! میں اپنے آقا کے

انتقال سے پہلے قبر میں دفن کر دیا گیا ہوتا اور مجھ پر پتھر ہوتے۔)

کیسی شدت کی دوستی ہے یہ! اور کیا جذبات ہیں! کیا اس دور یا پھر کسی بھی دور میں ایسی دوستی کی مثال آپ نے دیکھی ہے؟ میں نے تو نہیں دیکھی۔ خیر! آئیے، میں اپنا کام کروں کہ بتا دوں کہ میرا کام نہیں ہے۔ اب مجھے مکہ کی گلیوں میں وہ شخص دکھائی دے گیا جو کبھی شمشیر لے کر محمدؐ سے لڑتا تھا۔ اس کی عمر بڑھ چکی تھی، بلکہ انہی لمحات میں اس کی اپنی بہن اور بہنوئی کا ام الجہی سے اپنی سماعتوں کی تلخیص کر رہے تھے۔ یہ شخص تھا خطاب کا بیٹا عمرؓ۔ جس کے حق میں نبی آخری ﷺ کی دعا کو پروردگار نے شرف قبولیت عطا کیا۔ پھر تو میں نے عمرؓ کو یہ کہتے بھی سنا کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ محمد ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جا

چکے ہیں تو میں اس کا کام تمام کر دوں گا۔ یہی عمر آپؐ پر ممدوح ﷺ کی محبت میں کہہ رہا ہے۔

وقد بدأ فكذبنا فقال لنا

صدق الحديث نبى عنده الخبر

وقد ظلمت ابنة الخطاب ثم هدى

ربى عشية قالوا قد صبا عمر

لما دعت ربها ذا العرش جاهدة

والدمع من عينها عجلان يبتدر

فقلت اشهد أن الله خالقنا

وأن احمد فينا اليوم مشتهر

نبى صدق اتى بالحجة من ثقة

وافى الامانة ما فى وعده خور

(میں نے بنت خطاب (یعنی عمرؓ کی بہن فاطمہ) پر زیادتی کی، پھر میرے رب نے

اس شام کو مجھے ہدایت دی، جب لوگوں نے کہا کہ عمرؓ آبائی دین سے نکل گیا ہے۔ اور

جب اس نے دل سوزی سے اپنے رب کو پکارا اور اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی

سے رواں تھے۔ تو میں نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہمارا خالق

ہے اور احمدؓ مجھ ہی آج ہمارے درمیان مشہور و متعارف ہیں۔ کہ وہ سچے نبیؐ ہیں جو مستند

دلیل و برہان لائے۔ اور وہ امانت دار ہیں۔ ان کے وعدے کس زور نہیں۔)

یہاں عمرؓ اس واقعہ کو بیان کر رہا ہے جب اس نے اپنی بہن کو اس بات پر مارا کہ وہ اسلام

کیوں لے آئی۔ پھر یہی واقعہ اسے دار ارقم لے گیا جہاں اسے آٹا دیکھ حمزہؓ نے کہا کہ اگر عمرؓ اچھے

ارادے سے آیا ہے تو ٹھیک ورنہ میری یہ تلوار اس کا فیصلہ کر دے گی مگر عمرؓ کی تقدیر اس پر مسکرا رہی

تھی۔ اسے تو محمدؐ کی دعا نے آغوش الوہیت میں پہنچا دیا۔

اب میرا رخ مکہ کی اس گلی کے طرف تھا جہاں عرب کا وہ شخص رہتا ہے جس سے حوریں بھی

شرماتی ہیں۔ شرم و حیا کا پیکر، غنا سے متصف اور سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا داماد۔ اور داماد بھی ایسا دیا نہیں بلکہ ایسا داماد جو ذوالنورین کہلایا یعنی جسے یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے عقد نکاح میں محمد ﷺ کی دو دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور جب آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادی کا وصال ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے اس داماد سے کہا کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اسے بھی میں تم سے بیاہ دیتا۔ جی ہاں، آپ درست سمجھے، یہ عفان کے بیٹے عثمانؓ ہیں۔ ان کے نصیب میں نبی ﷺ کے بعد مسلمانوں کا تیسرا خلیفہ ہونا تو لکھا ہی تھا لیکن ساتھ ہی ساتھ شہادت بھی لکھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ یہی عثمانؓ اپنے آقا اور رسول اکرم ﷺ کی مدحت یوں کر رہے ہیں۔

رسول عظیم الشان يتلو كتابه

لَهُ كُلِّ مَنْ يَبْغِي التَّلَاوَةَ وَ اِمَق

محب عليه كل يومِ حلاوة

و ان قولاً فا لذي قال صادق

(وہ عظیم المرتبت رسولؐ اپنی اس کتاب کی تلاوت فرماتے ہیں جسے

جس نے بھی پڑھنا چاہا، اس کا عاشق ہو گیا۔ وہ محبوب ہیں، ان پر ہر روز

حلاوت و تازگی ہے اور اگر وہ کوئی بات کہیں تو یقیناً وہ سچی ہے۔)

چلنے، اب آگے بڑھتے ہیں۔ چچا کے بعد میں نے محمد ﷺ ہی کے خاندان کے ایک اور فرد کو دیکھا جو ان کے ایک چچا، ابوطالب کا بیٹا اور محمد ﷺ کا داماد ہے۔ جس کا نام علیؓ ہے۔ میں نے دیکھا کہ جب نبوت کا اعلان ہوا تو یہی علیؓ ابھی صرف ایک لڑکا تھا لیکن قریش کے تمام لڑکوں میں علیؓ نے سب سے پہلے محمد ﷺ کے الوہی پیام پر لبیک کہا اور اسلام میں داخل ہو گیا۔ یہی علیؓ آگے چل کر محمد ﷺ کے داماد اور مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ بنے۔ میں نے علیؓ کو ایک محفل میں محمد ﷺ کی تعریف میں کہتے سنا۔

فامسى رسول الله قد عز نصره

و كان رسول الله ارسل بالعدل

فجاء بفرقان من الله منزل
مبينه آ يا ته لذوى العقل
فآمن اقوام بذالك ايقنوا
فامسوا بحمد الله مجتمعى الشمل
وانكرا قوام فزاغت قلوبهم
فرادهم ذوالعرش خبلاء على خبل

(رسول اللہ کی تائید و نصرت زوردار ہو گئی اور آپ مدد و انصاف کے ساتھ مبعوث کئے گئے تھے۔ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ فرقان حمید لیس کر آئے جس کی آیات ارباب دانش کے لئے روشن و واضح ہیں۔ تو اس پر بہت سے لوگ ایمان لائے اور اس کا یقین کیا جس کی وجہ سے وہ بحمدہ تعالیٰ مربوط ہو گئے۔ اور کچھ لوگ اس سے منکر ہوئے تو ان کے دلوں میں جی آگئی اور رب عرش نے بھی ان کی تباہیوں میں اضافہ کر دیا۔)

آپ ﷺ کا یہ قول بھی مشہور ہے کہ علیؑ علم کا دروازہ ہے۔ یہی علیؑ فاتح غیر بھی ہے اور حسین کا باپ بھی۔ اور ایک شہید بھی۔ علیؑ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے راضی اور اللہ علیؑ سے راضی۔

میں حیرانی سے ان انصاریوں، قریشیوں اور مختلف قبائل عرب سے تعلق رکھنے والے ضدی طبع اور زمانہ جہالت میں اکھڑ مزاج رکھنے والوں کی اپنے رسول ﷺ سے محبت اور دیوانگی کی حد تک محبت کے نظارے کر رہا ہوں۔ اور سوچ رہا ہوں کہ کیا کہوں ایسے جذبے کو اور کیا نام دوں؟ میں وہاں سے نکل کر احد کے میدان میں پہنچا جہاں اس شمعِ فروزاں کے پروانے دیوانہ وار اس پر اپنی جان قربان کرنے کو سعادت سمجھ رہے ہیں۔ ایسے میں اس شمعِ رسالت کے ایک پروانے کعب بن مالکؓ کو میں نے دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کو دالہانہ دیکھ کر جا رہا ہے۔ حضرت کعب بن مالکؓ نے غزوہ احد کے موقع پر محمد ﷺ کے جلوؤں کو پیچشم خود دیکھا ہے اور جو دیکھا، اسے منظر بہ منظر یوں بیان کیا۔

فینا الرسول شهاب ثم يتبعه

نور مضیٰ له فضل علی الشہب

(ہمارے درمیان آپ ایک روشن ستارے کی طرح ہیں جس سے ایک روشنی کی کرن نکلتی ہے جو سب کو روشن کر دیتی ہے اور دوسرے تمام تاروں کو بھی روشنی بخشی ہے۔)

وہیں ایک اور عاشق، صاحبِ جود و کرم کا ایک اور دیوانہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں قصیدہ خواں ہے اور اس قصیدہ کو خود یہ جمیل الشیم ﷺ سن کر خوش ہو رہا ہے اور پھر اس عاشق کی طرف اپنی ردائے مقدس پھینک کر اسے ایک بے انتہا بیش قیمت تحفے سے نوازا رہا ہے۔ یہ ہے کعب بن زہیر۔ حضرت کعب بن زہیرؓ وہ ہستی ہے جو اپنی اسلام دشمنی کے لئے جانے جاتے تھے۔ لیکن جب نسیم ہدایت کے جھونکے نے ان کے دل کو گھڑا یا تو نبی ﷺ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا۔ ان کا یہ شعر جو ان کے مشہور نعتیہ قصیدے 'بانہ سعد' سے ماخوذ ہے اور میں نے دیکھا کہ اس شعر پر آپ ﷺ نے اصلاح فرمائی اور سیف الہند کی جگہ سیف اللہ رکھوایا۔

ان الرسول لنور سیتضائ بہ

مہند من سیوف الہند مسلول

(جو بعد میں آپ ﷺ نے 'سیوف اللہ' سے تبدیل کر دیا) بے شک رسول اللہ ﷺ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور آپ ﷺ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔)

میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس قصیدہ کو سن کر کعبؓ کو اپنی چادر مبارک عنایت کی۔ (اس لئے اس قصیدے کو 'قصیدہ بردہ' بھی کہا جاتا ہے۔) پھر ایک سمت نظر اٹھاتا ہوں تو پاتا ہوں کہ ایک اور عاشق اپنی باری آنے پر نعتیہ اشعار کی سوغات پیارے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہے۔ یہ ہے کون؟ او ہوا! ان میں نے جانا کہ یہ تو مالک بن عوفؓ ہیں۔ جو کہہ رہے ہیں کہ۔

ما ان رأیت ولا سمعت بمثلہ

فی الناس کلہم بمثل محمہ

ادنی واعظمی للجزیل اذا اجتدی

ومتی نشاء یخبرک عما نی غد

(سارے انسانوں میں محمد ﷺ جیسا کسی کو نہ دیکھا اور نہ سنا۔ جب ان سے مانگا جائے تو خوب دیتے ہیں اور تم جب چاہو وہ تمہیں آئندہ کی خبر دے دیں۔)

میں اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ محمد ﷺ اپنے رب کے پاس جا چکے ہیں۔ اور عرب، سارا عرب، وہ عرب جو کبھی ان کی جان کے درپے تھا، اب ان کے ہجر میں بے حال ہے۔ میں سن رہا ہوں کہ محمد ﷺ کو اپنے درمیان ہمیشہ کی طرح نہ پا کر یہ لوگ خود کو کیسے مغموم اور محروم محسوس کر رہے ہیں۔ ایک شخص ہاں، کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ یوسفیان بن حارثؓ ہیں، اہل عرب کے جذبول کو یوں زبان دے رہے ہیں کہ

لقد عظمت مصیبتنا وجلت

عشية قيل قد قبض الرسول

فقد نا الوحي و التنزيل فينا

يروح به و يغد و جبرئيل

نبي كان يجلو الشك عنا

بما يوحي اليه و ما يقول

و يهدينا فلا نخشى منلا لا

علينا و الرسول لنا دليل

أ فاطم ! ا جزعت فذاك عذر

و ان لم تجزعي زاك السبيل

فقبر ابيك سيد كل قبر

دفيه سيد الناس الرسول

(اس شام ہم پر بڑی مصیبت آئی جب کہا گیا کہ رسول وفات پا گئے۔ وحی و تنزیل جسے جبریل صبح و شام لاتے تھے، ہم اس سے محروم ہو گئے۔ وہ نبی خدا کی وحی اور اپنے اقوال سے ہمارے شکوک دور فرماتے تھے۔ اور ہماری رہبری کرتے تھے۔ تو جب کہ خود رسول ہمارے رہبر و رہنما ہیں، ہمیں اپنے اوپر گمراہی کا خوف نہ ہوتا۔ اے فاطمہ ! آپ روئیں تو معذور ہیں اور نہ روئیں تو یہ بھی بہتر راہ ہے۔ آپ کے والد گرامی کی قبر ہر قبر کی سردار ہے اور اس میں انسانوں کے سردار، رسول باوقار آرام فرمائیں۔)

کیسی محبت ہے اور کیسے پاکیزہ جذبات ہیں۔ اللہ اللہ!
میں سوچ رہا ہوں کہ کیسے خوش نصیب لوگ ہیں کہ جنہیں رسالت پناہ میں نعت خوانی کی
سعادت مل رہی ہے۔ سچ ہے۔

ۛ ایں سعادت بہ زور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشنده

اور حسان بن ثابتؓ کی خوش نصیبی اور سعادت کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ انہیں آپ
کے حضور، روبرو نعت پیش کرنے کا شرف حاصل ہے۔ حسانؓ خود اپنی زبانی کہتے ہیں۔ ”مَا اِنَّ
مَدْحَتِ مُحَمَّدٍ اَبْمَقَالَتِي وَلَكِنْ مَدْحَتِ مَقَالَتِي بِحَمْدِ“ یعنی میں نے اپنے
کلام سے محبوب رب العالمین ﷺ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ کی مدحت سے قابل قدر
بنایا ہے۔ حسانؓ کے نعتیہ قصیدے کے دواشعار ایسے ہیں جنہیں سن کر آپ ﷺ نے حسانؓ کو دو
مرتبہ جنت کی بشارت دی۔ ان کا پہلا شعر یہ ہے۔

ۛ هجوت محمدًا فاجبت عنه

وعند الله في ذاك الجزاء

اس شعر کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ جزا اک عند الله الجنة يا حسان۔

حسانؓ کا دوسرا شعر یہ ہے۔

ۛ فَاِنْ ابى ووالده وعرضى

لعرضى محمد من كم وقاء

(میرے باپ اور ان کے والد اور میری عزت آپؐ کی عزت پر قربان اور تم

دشمنوں کے مقابلے میں یہ ڈھال ہے۔)

یہ شعر سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ وقال الله حرا النار۔ اب حسانؓ کی خوش نصیبی کا

اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ جسے محمد ﷺ دو مرتبہ جنت کی بشارت دے دیں۔ پھر تو حسانؓ کے لئے

نعت نبی ﷺ ایک مستقل کریئر کا درجہ اختیار کر گئی۔ حسانؓ کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

و ضم الا له اسم النبی مع اسمہ
 اِذَا قَالُ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنْ اَشْهَدُ
 و شق له من اسمہ لیجله
 فذو العرش محمود و هذا محمہ

(اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کے نام کو ضم کر لیا ہے۔ مؤذن پانچ وقت اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ کہتا ہے۔ اللہ نے اپنے نام سے اپنے نبی کا نام نکالا تاکہ ان کا نام روشن ہو جائے پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔)

اب جس عاشق محمد ﷺ کا نام آتا ہے، اس سے کئی احادیث بھی مروی ہیں۔ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن رواحہؓ۔ یہ حب نبی ﷺ میں ایسے سرشار تھے کہ زندگی اسلام کے لئے اور محمد ﷺ کے لئے وقف تھی۔ میں انہیں محمد ﷺ کی تعریف میں یوں عرض گزار دیکھتا ہوں۔

روحی الفداء لمن اخلاقہ شہدت

میری روح اس ہستی پر فدا ہے جس کے اخلاق و اطوار اس بات پر شاہد ہیں

بَا نَّهْ خَيْرُ مَوْ لُو دٍ مِّنَ الْبَشَرِ

کہ نبی نوع انسان میں وہ سب سے افضل ہیں۔

عَمْتُ فضا ثَلَّةُ كُلِّ الْعِبَادِ كَمَا

اس کے فضائل و کمالات کا سرچشمہ فیض تمام بندوں کو بلا امتیاز

عَمَرُ الْبَرِيَّةِ ضَوْئُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

اس طرح سیراب کر رہا ہے جس طرح آفتاب و ماہتاب کی ضیاء باریاں

لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبِينَةٌ

اگر اس کی صداقت پر ہر تصدیق ثبت کرنے والی نشانیاں نہ بھی ہوتیں

كَأَنْتَ بَدِيهِيَّةٌ تَغْنِي عَنِ الْخَبَرِ

تو خود اس کی ذات اس کے پیغام کی صداقت کے لئے کافی ہوتی۔

- ۱۔ اِنِّی تَفَرَسْتُ فِیْكَ الْخَیْرَ عَرَفُهُ
میں نے غور کر کے آپ کے اندر بھلائی دیکھ لی جسے میں پہچانتا ہوں۔
- ۲۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ عَنْ مَا خَانَنِی الْبَصَرُ
اور خدا جانتا ہے کہ میری آنکھوں نے مجھ سے خیانت نہیں کی۔
- ۳۔ اَنْتَ النَّبِیُّ فَمَنْ یَحْرَمُ شَفَاعَتَهُ
آپ نبی ہیں۔ جو شخص آپ کی شفاعت سے محروم ہوا۔
- ۴۔ یَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ اَزْرٰی بِهَ الْقَدَرُ
روزِ قیامت، اسے قسمت نے ذلیل و رسوا کر دیا۔
- ۵۔ فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا اُتٰکَ مِنْ حَسَنٍ
اللہ نے آپ کو جو بھلائی دی اسے قائم رکھے
- ۶۔ ثَبِیْتَ مُوسٰی وَ ذِصْرًا کَا لَذِیْ ذِصْرٍ
جیسے موسیٰ کے ساتھ ہوا، اور آپ کی مدد کرے جیسی اُن کی مدد ہوئی۔
- کیا یہ تم بڑی بات ہے کہ کوہِ فاراں سے اٹھنے والی ایک آواز جسے دبانے کے لئے سارا عرب ایک ہو گیا تھا، ایک قلیل عرصے میں وہی لوگ اس کے اتنے دیوانے ہو گئے کہ اب وہ اس آواز کے علاوہ کسی اور آواز کو سننے کے روادار نہیں رہے۔ میں سب اپنی کھلی آنکھوں سے اظہارِ عشق کے یہ مناظر دیکھا کیا۔ پھر وہ منظر بھی میں اپنی ان ہی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس جب کفارِ انِ مکہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آ کر مدینہ کو اپنی آمد اور مادی مخالفت کا شرفِ بخشش کے ارادے سے اس شہر کی قسمت کو اپنے پاک قدموں سے سنوارنے کے لئے داخلِ یثرب ہوئی اور یثرب کو مدینہ منورہ کا پاکیزہ نام عطا کیا، تو بنو انصار کے دن پلٹ گئے۔ مدینہ شہر میں آمد کے موقع پر بنو انصار کی معصوم لڑکیاں اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے ہو کر، دف کی تھاپوں پر یوں نغمہ سراہیں۔

(ہم پر چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا)

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا

(کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے۔)

مِنْ ثَنِیَاتِ الْوَدَاعِ

وجب الشکر علینا (ہم پر اللہ کا شکر واجب ہوا۔)
 مَادَعَىٰ لِلَّهِ دَاع (جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔)
 ایہا المبعوث فینا (ہم اے جو ہم میں نبیؐ بن کر مبعوث ہوا)
 جئت بالامر المطاع (تیرے حکم کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔)

میں جب جب مدینے کی گلیوں میں گھومتا ہوں تو مجھے ہونجار کی لڑکیوں کی یہ روح پرور اور
 نغمگیں آوازیں آتی ہیں جب وہ اپنے پڑوسی اور اللہ کے محبوب کے اوصاف بیان کرتی ہیں۔

نحن جوار من بنی النجار
 یا حبذا محمداً من جار
 (ہم ہونجار کی لڑکیاں ہیں۔ محمدؐ کیا اچھا ہمسایہ ہے۔)

میرا یہ سفر تو ایرابا برکت سفر تھا جس میں، میں نے ایسے ایسے جید صحابہ کو اللہ کے نبی ﷺ کے
 سامنے اپنے عشق، اپنی محبت اور اپنی بے ساختہ اطاعت کا اظہار کرتے دیکھا۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ
 ان صحابہ میں سے بہت سول کا کلام تو آل حضرت ﷺ نے خود سماعت کیا۔ کیا یہی خوب تھے وہ نعت
 خواں جن کا ممدوح اور ایسا پیارا ممدوح، خود انہی کی زبانی اپنی سیرت کے محاسن رہا ہے اور
 کہیں خوش ہو رہا ہے تو کہیں مناسب سی تصحیح کر کے آنے والی نسلوں کے نعت گو یوں کو نعت گوئی کی
 صحیح راہ متعین کے راستہ دکھا رہا ہے۔ میں بھی اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے ہوئے اس زمانے سے،
 بادلِ خواستہ، اگلے زمانے اور اگلے مقام کی طرف بڑھ رہا ہوں کہ محمدؐ کی حیات ہی میں جب اس کے
 نام پر جان دینے والوں کی وسعت عرب سے باہر نکل کر اپنے جلوے دکھا رہی تھی، تو اس کے جانے
 کے بعد تو یہ تعداد بے حد بے حساب ہو گئی اور اب تو زمان و مکان کی قید بھی بے معنی ہو کر رہ گئی تھی۔
 اس لئے میں کچھ صدیوں آگے کا سفر کرتے ہوئے مصر پہنچا کیا دیکھتا ہوں کہ انبیاء کی اس سرزمین
 پر پیغام محمد ﷺ کے چاہنے والے عرب کے بعد سب سے زیادہ ہیں۔ اچانک فضاء میں ایک
 روحانی آواز گونجی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مست، ملنگ، مالکین باہوش آدمی مصر کی گلیوں سے گزر رہا
 ہے اور اس کی زبان سے جیسے پھول جھڑ رہے ہوں۔ وہ پڑھ رہا ہے۔

مولایا سلی وسلم دائماً ابداً
 انت حبیبک خیر الخلق کل ھمی
 دَع ما أدعته النصاری فی نبیہم
 واحکم بما شئت مد حافیہ محتکم

میں نے پوچھا تو علم ہوا کہ یہ تو شرف الدین بومیریؒ ہیں۔ جن کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے خواب میں آپ ﷺ کو اپنا لکھا ہوا قصیدہ سنایا اور آپ ﷺ نے خوش ہو کر ان کے مفلوج جسم پر اپنی چادر پھیری اور جب یہ صبح جاگے تو بھلے چمکے اور صحت مند تھے۔ اسی لئے اس قصیدہ کا نام قصیدہ بردہ پڑ گیا جسے شہرہ دوام حاصل ہوا۔ اس ملک میں تو میں نے ہزاروں کی تعداد میں ایسے مداحان محمد ﷺ دیکھے کہ اگر ان کا ذکر کروں اور ان کی مبارک نعوتوں کے حوالے پیش کروں تو ایک الگ کتاب تیار ہو جائے گی لیکن مجھے اس کے لئے کافی سے کچھ زیادہ ہی محنت و مشقت کرنی ہو گی۔ اس لئے میں نے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے وہاں سے رخت سفر باندھا۔ مصر سے کل کریں عجم پہنچا جو عرب کے بعد سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اور رسول ﷺ نے خود آتش پرستی سے اس کی نجات کی پیشین گوئی کر دی تھی۔ وہاں دیکھا تو ایک کھال کھنچا ہوا بوڑھا نظر آیا جس کے پیچھے پیچھے ایک عالم آدمی ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو جواب ملا کہ یہ حضرت توفیقیؒ زدہ شمس تبریزیؒ ہیں۔ میں نے ان سے رسول اکرم ﷺ سے ان کی عقیدت کے بارے میں دریافت کیا تو یہ مجذب و بوڑھا فوراً ہوش میں آگیا اور بولا۔

شمس تبریزیؒ چہ داند، نعت تو بہینمبرا؟
 مصطفیٰؐ و مجتبیٰؑ و سید والاؑ توئی۔

اور پھر واپس اپنی کیفیت جذب میں چلا گیا۔ میں اس کے عشق کو سمجھ چکا تھا اس لئے اسے زیادہ کریدنا مناسب نہ سمجھا۔ میں اب اس عالم شخص کی طرف مزاج شمس تبریزیؒ کا مرید دکھائی دے رہا تھا۔ پتہ چلا کہ یہ تو جلال الدین رومیؒ ہیں۔ لیکن پتا نہیں یہ عالم کہاں چلا گیا؟ خیر۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ میں اس کا انتظار کرتا اس لئے میں آگے بڑھ گیا۔

مجھے ایسا لگا جیسے میرے آس پاس عاشقانِ نبی ﷺ کا ایک ہجوم جمع ہو گیا ہے جو مجھ سے تقاضا کر رہا ہے کہ ہمارے نعتیہ کلام کو بھی بطور حوالہ اپنے مضمون میں شامل کرو میاں تصور! تاکہ ہمیں بھی تمہارے ساتھ یہ شرف حاصل ہو جائے۔ میں نے ہجوم پر نظر ڈالی تو بڑے بڑے نابغہ روزگار، باادب کھڑے نظر آئے۔ سب سے پہلے شیخ سعدی شیرازی کھڑے تھے۔ میں نے کہا: حضرت، آپ ہی کچھ فرمائیے! یہ ایران ہے، شاعروں کی سرزمین ہے۔ اور آپ کامرتبہ تو عاشقانِ نبی ﷺ میں بہت بلند ہے۔ شیخ سعدی بے حد خوش ہو کر یوں گویا ہوئے۔

ندانم کدائیں سخن گو میت
کہ والا تری زانچ من گو میت
تورا عر لولاک تمکلیں بس است
ثنائے تو، طہ و یسین بس است
چہ وصفت کند سعدی تا تمام
علیک الصلوٰۃ اے نبی السلام

پھر سعدی نے ایک اور قطعہ پڑھا

بلغ العلی بکمالہ
کشف الدجی بحمالہ
حسنت جمیع وخصالہ
صلو علیہ و آلہ

میں نے بھی آپ پر درود پڑھا۔ آپ بھی پڑھ لیجئے۔

پھر میں نے دیکھا کہ جمال الدین عرفی شیرازی اپنا انداز پیش کر رہے ہیں۔ عرفی کہنے لگے۔

تحصیلِ ثواب و شرفِ نسبتِ نعت است
زیں گونہ نخل ساختہ حانِ عجم را
تا مدح تو آمد ز مشیت، ب نوشتن
بالا نگرستن ب شد از یادِ قلم را

مدح تو، از اخلاص گنم گر چہ سنہ از علم

از بت کدہ چوں آورم آہوئے حرم را۔

عرقی کے بعد حکیم افضل الدین خاقانی شیروانی آگے بڑھے اور بڑے احترام سے یوں گویا ہوئے۔

شاعر ایں را گر چہ غادوں خواند در قرآن خدائی

ہم از ایشاں بود ظاہر، وجہ استہزائے من

از مصاف بولہب فعلاں نہ پیچانم عمن

چوں رکاب مصطفیٰ شد مقصد و ملجائے من

قاسم رحمت، ابوالقاسم، رسول اللہ کہ ہست

در ولایتی او خدیو عقل و جاں، مولائے من

میں اس پاکیزہ اجتماع اور اس میں شامل تمام شاعروں کو، رسول کریم ﷺ سے ان کی

والہانہ عقیدت کو بس سنا کیا اور ان کے پُر نور چہروں کو دیکھا کیا۔ اللہ اللہ، کیا لوگ ہیں! یہاں بھی

مصر سے کیا کم لوگ تھے! لیکن مجھے اس کام کے لئے دستیاب صفحات کا بھی تو خیال کرنا تھا اس لئے

اب میں نے سیدھے اپنا رخ اُس سرزمین کی طرف کر لیا جس کے بارے میں رسول اکرم ﷺ

نے کہا تھا کہ مجھے اس سمت سے جنت کی خوشبو آتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ یعنی ہندوستان! یہاں

کیا دیکھتا ہوں کہ مسلم تو مسلم، غیر مسلم شعراء بھی آپ ﷺ سے اپنی عقیدت کے اظہار میں نعت

کہتے ہیں۔ سب سے پہلے میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے مرشد، نظام الدین محبوب الہی کی درگاہ

میں بیٹھا آپ ﷺ سے اپنی عقیدت کے اظہار میں یوں نعت گوئی کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

اے رسالت را علم افراختہ

دستِ تو تیغ شریعت آختہ

تاختہ نور تو از روزِ ازل

پر تو خود تا ابد انداختہ

بندہ خسرو، تانویسید، نعت تو؟

زاتش دل، جان خود بگداختہ

پتہ چلا کہ یہ تو خسرو ہیں جن کی شاعری کے اور عقیدت کے ڈنکے چار دانگ عالم میں بج رہے ہیں۔ یہ پٹیالی کا ترک زادہ ہے جسے اللہ کے برگزیدہ ولیوں سے عموماً اور نظام الدین محبوب الہی سے خصوصاً بے انتہا عقیدت ہے۔ اس ملک کی ایک بات میں نے دیکھی کہ یہاں جتنی قومیں رہتی ہیں ان کی تعداد سے کئی گنا زیادہ زبانیں یہاں بولی جاتی ہیں۔ اس لئے مجھے تقریباً ہر بڑی اور معروف زبان سے حوالے لینے پڑتے ہیں۔ یہ شمالی ہند ہے جو اردو، فارسی اور دیگر اہم زبانوں کا مرکز رہا ہے۔ یہاں مجھے اچانک ایک ایسا شخص دکھائی دیا جو یہاں کا باشندہ نہیں لگتا تھا۔ تھا تو وہ اسی ملک کا لیکن شاید کسی دوسرے حصے کا۔ ہاں، یہ جنوبی ہند کا باسی تھا اور اس کا نام تھا دلی۔ اسی لئے اسے دلی دکنی کہا جاتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ دلی کی شمالی ہند میں آمد سے قبل اردو زبان میں شعر و ادب کی تخلیق کو کمتر سمجھا جاتا تھا۔ اسی دلی کو میں نے سنا کہ وہ اپنا خراج عقیدت اپنے آفتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں پیش کر رہا ہے۔

یا محمد! دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں
خلق کوں لازم ہے جس کوں تجھ پہ قربانی کرے
عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب دلی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے۔

میں نے سوچا کہ چلو، دلی کے وطن، جنوبی ہند کے شہر حیدر آباد چلتے ہیں کہ وہاں لوگ اس زبان میں کیسے شاعری کرتے ہیں۔ وہاں تو حال ہی الگ دیکھا کہ وہاں کا بادشاہ قلی قطب شاہ خود شعر و ادب کا دلدادہ اور شاعر ہے۔ میں نے اس کی زبان سے نعت کے یہ اشعار سنے۔

باتاں گہریاں رملیاں، وار یا جو ترے ناؤں پر
سو، جائے کر آسماں پر، ہر اک بچن تاراں ہو یا۔
چند رخواں ہو آیا، گنگن سمد رہیستہ دھایا
نبی پر دار نے لیا یا، ڈھلک موتیاں سوتارے ہیں۔

(میں نے آپ کے نام پر موتی جیسی پاکیزہ اور شفاف باتیں نثار کر دیں تو آپ

کے صدقے میں اتارے ہوئے یہ موتی آسمان پر جا کر ستاروں کی صورت
اختیار کر گئے۔ چاند نے آسمان کے سمندر میں غواہی کی اور گوہر غلطاں حاصل
کئے اور انہیں نبی پر ثناء کر دیا۔ یہ موتی آسمان پر پہنچ کر تارے بن گئے۔

اسی علاقے میں مجھے اس علاقے کی ایک زبان مراٹھی میں ایک غیر مسلم صوفی، سنت کی آواز سنائی دی
جو بڑی گھن گرج کے ساتھ، گھنٹیوں کی ٹن ٹن سے ہم آہنگ ہوتی ہوئی اپنی آواز میں سوز پیدا کرتے
ہوئے کچھ پڑھ رہا ہے۔ یہ شخص جس کا سر گنجا اور درمیان میں ایک بالوں کی لمبی چوٹی نکلی ہوئی تھی،
سنت تکرار م تھے۔ وہ لہک لہک کر پڑھ رہے تھے۔

اول نام اللہ بڑا لیتے بھول نا جائے
علم تیا کلمہ پر تا ہی تنبو، بحائے
اللہ ایک توں، نبی ایک توں
کانٹے سر، پاؤں ہاتھ نہیں جیوڑائے۔

وہیں اسی زبان کا ایک مراٹھی شاعر جسے اس زبان میں صرف عبدل کے قسملی نام سے جانا جاتا ہے،
اپنے ایمان کا یوں اعلان کر رہا ہے۔

شری پر تھ بسم اللہ وند تو می بھگوانا لا
پر میثورا چیا مترالا درود و سلام بسم اللہ

ند جانے کیوں مجھے ایسا لگا کہ مجھے یہاں پھر آنا پڑے گا، اگلے کسی مرحلے میں۔ لیکن فی الوقت
میں واپس شمالی ہند آگیا جہاں شعر و ادب کے معرکے چل رہے ہیں۔ بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے استاد
ذوق اور ایک رند خرابات، غالب کے درمیان۔ لیکن جب رسول اکرم ﷺ سے عقیدت کے اظہار کی
بات آئی تو دونوں باادب ہو گئے اور میں نے دونوں کو متا۔ پہلے ذوق کو متا، وہ کہہ رہے ہیں۔

رہے نام محمد لب پہ یارب اول و آخر
اٹ جائے بوقت نزع جب سینے میں دم میرا
محبت اہل بیت مصطفیٰ نور برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثل قندیل حرم میرا

غالب کیوں پیچھے رہتے؟ وہ بھی اپنی عقیدت کو یوں زبان دینے لگے۔

حق جلوہ گرِ طرزِ بیانِ محمدؐ است

آرد کلامِ حق بہ زبانِ محمدؐ است

غالب! خٹائے خواجہؒ بہ یزداں گدا شتیم

کالِ ذاتِ پاک مرتبہ دالِ محمدؐ است

میں نے ذرا نظر پلٹائی تو غالبؒ کے نیاز مند، الطاف حسین حالیؒ کو پایا کہ یہ نظریں جھکائے اپنی نظم 'مدرسِ حالی' کی ترتیب و تدوین میں لگے ہوئے تھے۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو کتاب میں بڑے عجیب انداز میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر تھا۔ حالیؒ نے نظر اٹھائی میری موجودگی سے بے خبر اپنے کیف میں لگنٹانے لگے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے جویدا د عائے خلیل اور نویدِ میحیا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کی کام آنے والا وہ اپنے، ہدائے کا غم کھانے والا

فقیریوں کا ملجی، ضعیفوں کا مادی یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ

آتر کر جراسے، سوئے قوم آیا اور اک نسوہِ کیمیا ساتھ لایا

حالیؒ کی اس نظم کو سن کر مجھے صحابہؓ کی نعتیں یاد آ گئیں، ابوطالبؓ یاد آئے، حضرت عباسؓ یاد آئے، حمزہؓ یاد آئے اور علیؓ یاد آئے۔ میں اپنے سوئے قلب کو شاید بتاتا ہوا آگے کی طرف بڑھا تو وہیں اس پاس ایک اور شخص کو دیکھا، عالم اور رہنما سا لگنے والا یہ شخص کون ہے؟ پتا نہیں؟ آہا، یہ تو عاشقِ نبی ﷺ، جماعتِ اہل سنت کے بانی اور نعتیہ مجموعہ 'کلامِ حدیقہ' بخشش کے شاعر امام احمد رضا خانؒ ہیں۔ میں نے ان صاحب سے ایک ایسی نعت سنی کہ طبیعتِ عشِ عشِ کراٹھی۔ اس نعت کے ہر شعر میں چار زبانوں کے چار لکڑے ہیں اور اس صنعت کو صنعتِ مرصع کہا جاتا ہے۔ کیا نعت ہے! میں تو جھوم اٹھتا ہوں، آپ بھی سنئے۔

لَم یاتِ نظیرُکَ فی نظر، مثل تو نہ ہڈ پیدا جانا
 جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے، تجھ کو شہِ دو سرا جانا
 البحرِ علا، والموجِ طغی، من بے کس و طوفانِ ہوش ربا
 منجد ہار میں ہوں، بگولی ہے ہوا، موری نیا پار لگا جانا
 اَنافی عطشٍ و سَخاکِ اَتم، اے گیسوئے پاک، اے لہِ کرم
 برن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا
 الروحُ فداکَ فَزَدَ حرقاً، یک شعلہِ دگر بر زنِ عشقاً
 موراتن من دھن سب پھونک دیا، یہ جان بھی پیارے جلا جانا
 بس خامہ خام نوائے رضاء، نہ یہ طرزِ مری نہ یہ رنگِ سرا
 ارشادِ احبا نا طق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

اس نعت کے کچھ شعر باقی ہیں لیکن وقت کی اجازت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے میں انہی اعلیٰ حضرت کی فکر کے ایک اور صاحب کی طرف متوجہ ہوا جو اپنے عشقِ نبی ﷺ کے لئے چار دانگِ عالم میں جانے گئے اور جو سارے عالم میں ایک شاعر اور نقیبِ ملت کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ یہ حضرت تو نام محمد ﷺ سنتے ہی استغراق میں چلے جاتے ہیں لیکن جب بات اللہ کی آتی ہے تو بڑے شوخ ہو جاتے ہیں۔ اسی شوخی کے عالم میں انہوں نے ایک نظم تخلیق کر ڈالی جس کا عنوان شکوہ ہے اور دو تین برس بعد اس کا جواب لکھا بعنوان جوابِ شکوہ، میں نے کئی بار پڑھی ہے، بڑی معرکے کی نظم ہے، ہر نسل اور ہر شخص نے پڑھنی چاہئے۔ انہی حضرت نے جن کو دنیا علامہ اقبال کے نام سے پہچانتی ہے، آپ ﷺ سے اپنی عقیدت کو یوں ظاہر کیا ہے۔ ان کی نعت میں بھی میں تین رنگ دیکھتا ہوں اور آپ کو بھی انہی رنگوں کی دید کروانا ہوں۔ پہلا رنگ دیکھئے کہ کس عقیدت سے محمد ﷺ کی روح سے ہم کلام ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر

اب تو بی بتا، تیرا مسلمان کدھر جائے

اس راز کو اب فاش کر اے روحِ محمدؐ

آیاتِ الہی کا نگہبان کدھر جائے

کتنی سادگی سے استفسار کر رہا ہے یہ شخص کہ عقیدت کی شدت کا بھی پتا چل رہا ہے اور موجودہ حالات کی سنگدلی کی غمازی بھی ہو رہی ہے۔ اب اگر کوئی پوچھے کہ بھائی اقبال! تمہارے نزدیک عشقِ نبی ﷺ کی تعریف کیا ہے۔ تو یہ فوراً جواب تیار رکھتا ہے۔

بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نہ رسیدی، تمام بولہبی است

بتائیے، کیا غضب کی چشم بینا پائی ہے اس شخص نے! واہ! کسی نے پوچھا کہ عشقِ محمد ﷺ کا حاصل کیا ہے تو یہ بولا۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

آپ ہی کہتے کہ ہے اس شخص کی عقیدت کا کوئی توڑ؟ میری مراد عقیدت کے توڑ سے نہیں بلکہ عقیدت کے اظہار کے توڑ سے ہے۔ میں نے تو اس کے ایسے ایسے مناظر دیکھے ہیں کہ بتانے بیٹھوں تو پھر وقت اور وسائل کی تنگی حائل ہو جائے گی۔ اسی کے دوستوں میں ایک اور شخص موجود ہے جو اس وقت زمیندار اخبار نکل رہا ہے۔ اقبال اپنی عقیدت کا اظہار کرے اور اس کے دوست خاموش رہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس شخص کا نام ہے، مولانا ظفر علی خان جو اپنی زبان سے اپنے ایمان کی تکمیل کی دلیل دے رہا ہے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہٗ یثرب کی حرمت پر

خدا شاہد ہے، کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اسی اثناء میں میں نے اقبال کے دوسرے ایک ہم عصر سیما ب اکبر آبادی کو دیکھا کہ قرآن کریم کا منظوم ترجمہ کر رہے ہیں۔ دیکھا کہ اس ترجمہ کا نام ”وحی منظوم“ رکھا ہے۔ جب ان حضرت سے نصرت

رسول ﷺ سنی تو میں نے انہیں اپنے عقیدے میں پختہ پایا۔ سیما بے یوں گویا ہیں۔

سیرِ گلزارِ نبیؐ دشوار ہے۔ زندگی بے کاری بے کار ہے۔

ہوں فتادہ میں بھوم حشر میں دستگیری آپؐ کی درکار ہے۔

چھارہا ہے ابر فیضانِ رسول رحمتوں کی ہر طرف بوچھاڑ ہے۔

ان سے تھوڑا آگے بڑھا تو ایک اور صاحب کو دیکھا کہ اپنی میز پر بیٹھے کچھ لکھ رہے ہیں۔ میں نے جاننے کی کوشش کی تو علم ہوا کہ یہ تو فارسی شاعر فردوسی کی طرز پر اردو میں شاہ نامہ اسلام لکھ رہے ہیں۔ جب ان سے اظہارِ عقیدت کا نغمہ سُننے کی خواہش کی تو یہ سلام پڑھنے لگے جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی

سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی

ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا

پدر، مادر، برادر، مال و جاں، اولاد سے پیارا

یہ تھے ابوالاثر حفیظ جاندھری۔ اچانک میں نے ایک مترنم سی آواز سنی جو مدحت محمد ﷺ کرتے ہوئے ایک شیریں نغمہ گنگنا رہی تھی جس کے الفاظ کا لہجہ نہایت رزمیہ قسم کا تھا۔ یہ کون ہے؟ دیکھا تو ایک آبنوی رنگت والا شخص جسے بازوق آدمی خوش شکل کہنے سے ہچکچائے، ایک بزرگ کے آگے اپنے زانو تہہ کئے بیٹھا ہے۔ بزرگ ہیں اصغر گوٹروی جو اس شخص کے پیر ہیں اور یہ شخص ہے علی سکندر جگر۔ میں اس کے ہوش شکن رندی سے تو بہ شکن شاعری تک کے سفر کا گواہ بھی ہوں۔ یہ تابِ جگر کہہ رہا ہے۔

وہ رسولِ عربی، فخرِ رسولانِ سلف

ذاتِ اقدس سے ملا جس کی زمانے کو شرف

جس پہ نازل ہوا قرآن سا کا مل مصحف
 جس کے تابع جن و انساں بھی ملائک کی بھی صف
 اک وہی شمع نبوت جو ضیاء بار ہوئی
 ساری تاریک فضاء مطلع الانوار ہوئی
 کس نے جامِ منے تو حید پلا یا سب کو؟
 کس نے پیغام مساوات سنا یا سب کو؟
 راستہ کس نے حقیقت کا دکھا یا سب کو؟
 کس نے اس حسن کا دیوانہ بنا یا سب کو؟
 تم نے دیکھا ہے بہت دفتر پیغام اس کا
 اور ایسا کوئی گزرا ہو تو، لو نام اس کا
 یہ جگر ہیں جن کے شعلہ طوز اور کبھت گل نے بہت جلوے دکھائے ہیں۔

وہاں سے میں نے پھر جنوب مغربی ہند کا رخ کیا جہاں ایک غیر مسلم صوفی، سنت جسے سب
 بکودوجی مہاراج کہتے ہیں، شان رسالت میں اپنا نذرانہ پیش کر رہا ہے۔ واہ! اس سنت نے کیا خوب
 صورت بات کہی آپ ﷺ کے بارے میں! بالکل سچ اور سیرت کے عین مطابق۔ سنئے! کہا۔

محمد ﷺ نے کیلی پرارتھنا

وکھور لا اسلام کرایا شہانا

سنگٹھت کیلے تیانے

سو جنا، تیا کا رڑی

(آپ ﷺ نے دعا کی کھڑے ہوئے اسلام کے اتحاد کی۔ اور آپ نے اُس کڑے
 وقت میں لوگوں کو منظم اور متحد کیا)

لول پر تما پو جل نساوے

تیانی ایک ایشورا لا پرارتھاوے

ہا محمد ا چا اُپدیش

توہے ایکچ دیشا ساٹھی۔

(لوگوں کو بت پرستی نہیں کرنی چاہیے۔ انہوں نے خدائے واحد کی عبادت کرنی

چاہیے۔ حضرت محمدؐ کی یہ تعلیم صرف ایک ملک (عرب) کے لئے نہیں ہے، بلکہ

سارے عالم کے لئے ہے۔)

میں اس سنت کی نعت سننے کو بعد جب واپس شمالی ہند آیا تو ایک سکھ کو دیکھا جو پگڑی

باندھے ہوئے تھا اور بادہ خور بھی لگ رہا ہے۔ شائد وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہے لیکن اسے روکا جا رہا ہے۔ میں

نے غور سے سنا تو یہ بڑے غصے اور ٹھسے سے کہہ رہا ہے۔

عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارہ تو نہیں ہے

صرف مسلم کا محمدؐ پہ اجارہ تو نہیں ہے

میں نے دل میں سوچا کہ محمدؐ سے محبت کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کی رسالت اور ایک

خدائی وحدت پر ایمان لایا جائے۔ لیکن میں ان فروغی معاملات میں پڑنا نہیں چاہتا۔ میں یا کوئی

اور، ہم ہوتے کون ہیں کسی کو اس کے خیال کے اظہار سے روکنے والے؟

وہیں دوسری طرف سے ایک اور آواز آرہی ہے۔ یہ کون ہے؟ او، یہ بھی ایک غیر مسلم ہے

اور عقیدت مند محمدؐ ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو ہے تو ہندوستانی اور اس نے لکھا ترائہ پاکستان اسی طرح

جیسے علامہ اقبالؒ نے سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا لکھا۔ یہ ہے جگن ناتھ آزاد۔ یہ کہہ رہے ہیں۔

سلام اس ذاتِ اقدس پر، سلام اس فخرِ دوراں پر

ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیا کے امکاں پر

سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دنیا

سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دنیا

سلام اس پر، جلائی شمعِ عرفاں جس نے سینوں میں

کیا حق کے لئے بے تاب سجدوں کو جبینوں میں

واہ! کیا سرزمین ہے کہ مسلم تو مسلم، غیر مسلم بھی نعت گوئی کی سعادت سے مشرف! آگے تو ایک ہجوم نظر آ رہا ہے مہمان محمد ﷺ کا جو اپنی نعتوں میں سیرت کے مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈال رہے ہیں، بس اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔ نہ کوئی پرواہ صلے کی اور نہ شناس کی متنا! یہ ہیں محسن کا کوروی، جو یوں نعت گوئی کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے، سب سے افضل
میرے ایمانِ مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیسری خالی
نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ نہ غزل
رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا
میرے ہمسراہ چلے راہِ عدم میں مشعل
صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیسرا مدح
ہاتھ میں ہو یہی متا نہ قصیدہ، یہ غزل

وہیں ایک اور شاعر جس کا نام کسی نے ماہر القادری بتایا ہے، ارے ہاں، یہ وہی فاران والے ماہر صاحب ہیں جو ہر ماہ اپنے رسالے فاران میں کتابوں پر بڑے جاندار اور شاندار تبصرے کرتے ہیں۔ یہ صاحب سلام پیش کر رہے ہیں۔

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اس پر جو دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذاتِ فخر آدمیت ہے۔

دوسرے ایک اور شاعر دکھائی دے رہے ہیں جو یوں اپنے جدید اور ندرت بھرے لہجے میں نعت کہہ رہے ہیں۔

| | |
|-----------------------------|--------------------------------|
| کمال خلاق ذات اس کی | جمال ہستی حیات اس کی |
| بشر نہیں عظمتِ بشر ہے | مرا پیمبر عظیم تر ہے۔ |
| وہ شرح احکام، حق تعالیٰ | وہ خود ہی قانون، خود حوالہ |
| وہ خود ہی قرآن، خود ہی قاری | وہ آپ مہتاب، آپ ہالہ |
| وہ عکس بھی اور آئینہ بھی | وہ مکتہ بھی، خط بھی، دائرہ بھی |
| وہ خود نظارہ ہے خود نظر بھی | مرا پیمبر عظیم تر ہے۔ |
| شعور لایا کتاب لایا | وہ حشر تک کا حساب لایا |
| دیا بھی کامل نظام اس نے | اور آپ ہی انقلاب لایا |
| وہ علم کی اور عمل کی حد بھی | ازل بھی اس کا ہے، اور ابد بھی |
| وہ ہر زمانے کا راہ بر ہے۔ | مرا پیمبر عظیم تر ہے۔ |

یہ مظفر وارثی ہیں۔ کمال یہ ہے کہ حسن کا کوروی اور مظفر وارثی دونوں نے اپنی شاعری کو صرف نعت گوئی پر مرکوز کر رکھا ہے۔ اور کسی صنف میں کچھ کہنے سے انہیں کوئی دل چسپی ہی نہیں ہے۔ یہ ہے محبت رسول ﷺ کی۔ بلکہ میں تو ایسے دنیا دار بھی دیکھ رہا ہوں جو انتہائی غلط میدان میں ہیں لیکن نبی ﷺ محبت میں بے ساختہ ہیں۔ مثلاً بدایوں کا رہنے والا ایک شاعر جو بمبئی آ کر فلمی دنیا میں بہت نام کما رہا ہے لیکن نعت کہہ رہا ہے تو ایسے کہ اپنے جذبول کو زبان دے رہا ہو۔ دیکھئے، کیا صداقت ہے جذبول کی۔

باہرِ حد خیال سے ہے شانِ مصطفیٰ
 ہر عورت و وقار ہے شایانِ مصطفیٰ
 محفلِ نوائے نعت سے مدہوش ہے شکیل
 ہے لب پہ نغمہ لبِ حسانِ مصطفیٰ

زمیں پہ مستی برس رہی ہے، فلک پہ انوار چھا رہے ہیں
یہ کس کا پر تو ہے جلوہ افگن، کہ دو جہاں جگمگا رہے ہیں
یہ کون ہے راکب معظم؟ براق و رفرف ہیں جس پہ نازاں
ادب سے جبریل کس کے ہمراہ آج سدرہ تک آرہے ہیں

ایسی نعت تو وہی کہہ سکتا ہے جس کا دل ذاتِ اقدس ﷺ کی محبت سے منور ہو۔ مجھے پھر ایک
دیگر زبان میں کسی کے اظہارِ عقیدت کی آواز سنائی دی۔ یہ زبان تو اس سے پہلے بھی میں سن چکا ہوں
اور آپ کو بھی سنا چکا ہوں لیکن اس شعری کاوش کی بات ہی الگ ہے۔ میں خود اس سے متاثر ہوئے
بغیر نہ رہ سکا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فریبہ سا بوڑھا شخص، موٹے کانچ کا چشمہ لگائے، کبھی امر آؤتی میں تو
کبھی ناگپور اور بمبئی میں اپنی متعارف کردہ مراٹھی غزلوں کو اہل ذوق حضرات کو سنارہا ہے اور لوگ
باگ سن رہے ہیں اور سردھن رہے ہیں۔ اس شخص کا نام ہے سریش بھٹ جن کے سرارد و غزل کو
مراٹھی میں بڑے وقار کے ساتھ متعارف کروانے کا سہرا بندھتا ہے۔ انہیں مسلمانوں سے انسیت
ہے اس لئے اللہ کے رسول ﷺ سے بھی محبت ہے۔ اب کسی کو ایمان کی توفیق و ہدایت نہ ملے تو کیا
جبر؟ مگر اس شاعر کی نعت ہے بہت غضب کی! واہ! کیا کہہ رہے ہیں، سنئے۔

اُجباڑ، ویران، واڑ، وٹی، کھر اڑنارا، جھرا محمد
جگات لیا دین دکھتا نچا، اکھیر چا اسرا محمد

کھر پیچ تو چندر، امر تاپا، کھر پیچ تو سورہ، جیونا چا
دشا دشاں نا، پد کا شنارا، دسے تجھا، چہرا محمد
تجھیا گھرا جی طرح جی نیاری، سمان شریمنت دا بھکاری
تجھیا گھری دے آتا ملا، ہی، لہان سا کو پر محمد
بھلے، بڑے، پاپے کتی می، کتی کھرے ان کتیک کھوٹے
بھلیات ما جھا بھلا محمد، کھریات ما جھا کھر محمد

(محمد ایسے ہیں جیسے اُجاڑ، ویران ریگستان میں بہتا چشمہ۔ آپ ساری دنیا کے غریبوں اور بے سہاروں کی آخری پناہ ہیں۔ آپ امرت کا چاند ہیں، اور زندگی کا آفتاب ہیں۔ آپ کا چہرہ ایسا ہے جس سے ساری سمتیں روشن ہیں۔ آپ کے گھر کا انداز ہی الگ ہے جہاں امیر اور غریب دونوں مساوی ہیں۔ اس لئے اب آپ اپنے گھر میں مجھ کو بھی ایک چھوٹی سی جگہ عنایت کر دیجئے۔ میں نے کتنے ہی اچھے اور بُرے دیکھے، کتنے ہی سچے اور جھوٹوں سے میرا پالا پڑا لیکن تمام بھلوں میں سب سے بھلے میرے محمد اور تمام بچوں میں سب سے سچے میرے محمد ہیں۔)

یہاں تک آ کر میری اپنی ذات، (کیا واقعی میری اپنی کوئی ذات ہے؟) اپنی محدود پردواز کے تابع ہو جاتی ہے۔ میرا سفر یہاں ختم ہوتا ہے۔ حالانکہ میں تو چاہتا تھا کہ میں اس مقدس کام کے لئے اپنی ساری عمر وقف کر دوں لیکن کیا کروں۔ بقول حافظ

فکر ہر کس، بہ قدر ہمت اوست۔

یہ شخص بھی کتنا عجیب ہے میں جس کا تصور ہوں! جو کام اس نے خود کرنا چاہئے تھا وہ اس نے مجھ سے لیا لیکن خیر، سہرا بھی تو میرے ہی سر باندھا ہے۔ یہ حسین عاقب، بڑا زود جس ہے۔ میں گواہ ہوں کہ اکثریہ نبی ﷺ کا نام اور ذکر آتے ہی اپنی چشم عقیدت سے اشک بہانے لگتا ہے۔ گنہگار کون نہیں ہوتا؟ انسان ہے تو گناہ ضرور ہوں گے۔

یہ حسین عاقب شاعر ہے اور اس کے ایمان اور محبت رسول ﷺ نے اس سے دو کام کروائے ہیں۔ ایک تو اس نے قرآن کی سورتوں کا منظوم انگریزی ترجمہ کیا ہے اور دوسرے یہ کہ اس نے انگریزی میں نعتیہ ادب تخلیق کیا ہے اور نعت کے لئے اس زبان میں ایک لفظ بھی خلق کیا ہے جسے دنیا بھر میں سراہا جا رہا ہے۔ اس کی عقیدت کے اظہار کے لئے آئیے، میں آپ کو اس کے مجموعہ محمد و نعت 'خامہ سجدہ ریڑ' کے مطالعے کی دعوت دیتا ہوں۔ اس شخص نے مجھے چونکہ مندرجہ بالا اہم کام کے لئے بھیجا ہوا تھا اس لئے میں بھی اس کے اس کلام کا مطالعہ نہیں کر سکا تھا۔ آئیے، ہم سب مل کر اب اس کے فن اور اس کی عقیدت کا مطالعہ کرتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

ماخذات و حواشی:

القرآن الکریم۔

سیرت النبویہ: ابن ہشام۔ مصطفیٰ البابی الحلبي۔ مصر،

سیرۃ ابن ہشام۔ جزدوم

السیرۃ النبویہ۔ شیخ زینی دحلان

سیرۃ ابن اسحاق

صحابہ کا عشق رسول: صوفی محمد اکرم رضوی۔ المدینۃ الاسلامیہ۔ ملت نگر، مبارکپور، اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔

دیوان حسان بن ثابتؓ

اسد الغابہ

شرح مواہب الزرقانی۔ جزموم و جز ہشتم

وفاء الوفاء۔ جز رابع

البدایہ والنہایہ۔ جزموم

زاد المعاد

خطبات نبوی: مولوی محمد عبداللہ، دائرۃ المعارف۔ لاہور۔

الرحیق المختوم۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری۔ المجلس التعليمی۔ علیگڑھ۔

پیغمبر اول و آخر۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر (صدر۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور) تاج کپنی۔ نئی دہلی۔

تفسیر القرآن الکریم: ابن کثیر۔ مکتبہ ملکیہ۔ مصر۔

فروغ ابدیت: آیت اللہ جعفر سبحانی۔ انتشارات رازی فی فرهنگی۔ سفارت جمہوری اسلامی ایران۔

نئی دہلی۔

حدائق بخشش۔ امام احمد رضا خان بریلویؒ۔

نعت شریف کی اہمیت و افادیت: ڈاکٹر عقیل ہاشمی۔ عالمی نعتیہ انتخاب۔ حیدر آباد۔

قندِ پاری۔ شمارہ ۱۹، مرکز تحقیقاتِ فارسی۔ رازنی فرہنگی۔ جمہوری اسلامی ایران۔ نئی دہلی۔

اردو کی نعتیہ شاعری: ڈاکٹر شرف الدین ساحل، نعت النبیؐ نمبر۔ سہ ماہی قرطاس۔ ناگپور۔

کلیاتِ اقبال:

جگر مراد آبادی: کلیاتِ جگر۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس۔ نئی دہلی۔

شکیل بدایونی: کلیاتِ شکیل

اردو مراٹھی کے باہمی روابط: ڈاکٹر سید بیجی نشیط۔ گل گاؤں۔ مہاراشٹر۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ جلد ۱۲۔

دَ جینوائن اسلام: جارج برنارڈ شا۔ (انگریزی)

سنت، مہاتمے، و چارونٹ اُنی اسلام: (مراٹھی) سومنا تھ دیش کر۔ سندیش پرکاشن۔ پونے۔

انگریزی نعتیہ شاعری کا بنیاد گزار شاعر: حسین عاقب

ڈاکٹر ناصر الدین انصاری

جناب حسین عاقبؒ جو ان نسل کے ایک معروف، ہمہ جہت اور ہفت زبان قلم کار ہیں۔ ہمارا ان کے لئے ہمہ جہت اور ہفت زبان جیسی تراکیب کا استعمال کرنا محض توصیفی، تاثراتی یا روایتی انداز نہیں ہے بلکہ ان کی باکمال ادبی شخصیت ان تراکیب کی حقانیت کو ثابت کرتی ہے۔ حسینؒ اس لحاظ سے ہمہ جہت ہیں کہ اخلاق و کردار، تقریر و تحریر اور شعر و ادب کا ایسا کوئی شعبہ نہیں جہاں ان کی طبیعت کی جولانی اور فکر رسائی پہنچ رہی ہو۔ جہاں وہ شاعری کی جملہ اصناف پر حیرت انگیز قدرت رکھتے ہیں، وہیں انہیں تنقید، افسانہ اور انشائیہ نگاری پر بھی ملکہ حاصل ہے۔ عربی، ہندی اور مرٹھی زبانوں سے فطری رغبت، اردو میں غزلوں کے مجموعہ ”رم آہو“ کی تخلیق، فارسی شاعری میں ان کی طبیعت کی جولانی، انگریزی میں flight of a wingless bird اور fragrance نامی دو انگریزی شعری مجموعوں کی تخلیق کے ساتھ ساتھ متعدد علمی شہرت یافتہ اردو شعراء کی تخلیقات کے انگریزی تراجم، قرآن کے تیو میں پارے کی منظوم انگریزی ترجمانی اور انگریزی میں نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت کے لئے انگریزی میں ایک متبادل اصطلاح کا دنیا بھر میں سب سے پہلے اختراع کا اعزاز، ایسے کارہائے نمایاں ہیں جو انہیں ایک ہمہ پہلو، ہفت زبان اور عالمی سطح کے فنکار کی صف میں شامل کرتے ہیں۔ بحیثیت تخلیق کار، حسین عاقبؒ کے فن کا سب سے نمایاں پہلو نعت نگاری میں ان کی فکر کی رسائی اور اس صنف سے ان کے مزاج کے ہم آہنگی اور مناسبت میں مضمر ہے۔ آئیے، ہم پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ تقدیری ادب کی طرف ان کے رجحان کے پس پشت کون سے عوامل کار فرما رہے ہیں۔

دراصل حسین نے ایک دیندار گھرانے میں آنکھیں کھولیں جہاں خالص اسلامی انداز تربیت کے ساتھ ساتھ حمد، نعت و منقبت پر مشتمل تقدیری شاعری ماحول اور معمول کا حصہ تھی۔ ان کے دادا

حضرت محمد میر باز خان صاحب المعروف بہ بابا تاج متان اپنے وقت کے ایک معروف صوفی بزرگ تھے جنہوں نے بچپن ہی سے حسین عاقب کو مشرقی شعریات سے روشناس کروا کے غیر شعوری طور پر ان کے دل و دماغ میں صالح، تعمیری اور تقدیسی شاعری کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ حسین عاقب کی مادری زبان تو اردو رہی لیکن دادا کی فہمائش کے وہ انٹ نفوش جن میں فارسی شعریات کو بڑا دخل تھا، ان کے تحت اشعور کا حصہ بن گئے اور انہوں نے اپنے علاقہ کی عام روایات سے ہٹ کر فارسی میں نعت گوئی کو ترجیح دی۔ اگرچہ ان کی فارسی نعتوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے تاہم یہ نعتیں اپنی کیفیت اور تاثر میں حد درجہ منفرد ہیں۔ پھر اس ماحول میں جہاں قحط الرجال کی سی کیفیت ہو اور اچھی اردو بولنے اور لکھنے والے تک دن بدن کم ہوتے جا رہے ہوں، ان حالات میں کسی نوجوان کا فارسی زبان کی طرف مائل ہونا اور اس میں طبع آزمائی کرنا نہایت غنیمت اور بڑے دل گردے کا کام ہے۔ علاقہ و در بھر کے خشک ماحول میں حسین عاقب کو اپنے فارسی ذوق کی آبیاری سے لے کر تکمیل کے مراحل تک، کن دشوار گزار راستوں اور کس قدر محنت، شاقہ سے گزرنا پڑا ہوگا، اس کا اندازہ دہلی، لکھنؤ اور لاہور میں بیٹھ کر نہیں کیا جاسکتا۔ 'مثنیٰ نمونہ از خردارے' کے مصداق ان کی فارسی نعتوں میں عقیدت کا سبیل رواں ملاحظہ ہو۔

ہر خیالے را، بروں انداختم
حرفِ نعتِ تو برآمد، از قلم
خامہ من کار خوشتر، چه کند؟
جو نوشتن مدحتِ شاہِ اسم
نعتِ را میں رمزِ عاقبِ گوش گن
عشقِ را قرطاس گن، دلِ را قلم

نعت گوئی سے حسین عاقب کے ذوق و وجدان اور طبیعت کو ایک خاص لگاؤ ہے۔ بلکہ ان کے فن کا کمال ہی نعت گوئی کی صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ فارسی نعت گوئی کے ساتھ ساتھ ان کے فن و فکر کے اصل جوہر ان کی انگریزی نعتیہ شاعری میں کھلتے ہیں۔ وہ دنیا کے ان معدودے چند

شاعروں میں شامل ہیں جنہوں نے اہل زبان نہ ہونے کے باوجود انگریزی زبان میں شاعری اور نعت گوئی کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہاں انگریزی شاعری کے بحر، وزن اور آہنگ سے لے کر جملہ فنی لوازمات پر ان کی حیرت انگیز قدرت ایک قاری کو اچھٹھے میں ڈال دیتی ہے اور اس کی زبان سے برجستہ طور پر ایسی سعادت بزورِ بازو نیست کے شکر یہ کلمات نکلتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام ایک آفاقی دین ہے جسکی مخاطب پوری انسانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو پوری انسانیت کے لئے شمعِ ہدایت، رہنما اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی تعلیمات اور پیغام کے ذریعے انسانیت کو شرک و کفر اور جہالت کے اندھیروں سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لانے کو اپنی بعثت کا مقصد بنائے رکھا تھا۔ حسین عاقب ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں اور آپ ﷺ کے پیغام کی اہمیت کا مکمل شعور رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے اپنی نعتوں کے لئے رحمت اللعالمین ﷺ کی مشعلِ ہدایت کی ضیاء سے نور حاصل کر کے انگریزی شاعری کے ابواب کو منور کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ حضور ﷺ کی بعثت کی ضرورت اور مقصد اور آپ کی رحمتِ عالم ہونے کو کس قدر خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔

God was very considerate and kind
And He made up His mind,
To Arab, He sent his last messenger
Who was the entire world's purifier.
From Almighty, let me say and mind,
He was a gift to the whole mankind.

اگرچہ حسین عاقب کے سامنے انگریزی نعت نگاری کی کوئی واضح روایت موجود نہیں، تاہم ان کے فن کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اپنی انگریزی نعتوں میں نعت گوئی کے تمام شعری، فنی اور فکری لوازمات کو بدرجہ احسن ملحوظ رکھا۔ انگریزی شاعری کے آہنگ کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا تو ساتھ ہی آپ ﷺ

کے پیغام کی حقانیت کو بھی مباحثہ پیش کر دیا۔ دراصل، حسین رسول مقبول ﷺ کی محبت میں حد درجہ سرشار ہیں اور یہی جذبہ سرشاری ان کی انگریزی نعتیہ شاعری کا محرک ہے۔ انہوں نے آپ ﷺ کی آمد کا مقصد اور صفاتِ عالیہ کا ذکر کرتے ہوئے کس قدر مہارت سے سلسلہ انبیاء پر ختم نبوت کی مہر لگادی کہ ایک قاری کے سامنے بعثت سے لے کر تکمیلِ دین کا پورا منظر نامہ آشیا اور وہ عیش عیش کر اٹھا۔

This is the part of my faith and my belief

That on tree of prophethood, he was the last leaf.

His pious teachings were the sign of salvation

It were for world's complete reformation.

Before he left the world, his work he had done.

دنیا کے تمام ہی صفتِ اول کے سوانح نگاروں نے آپ ﷺ کی سیرت کی تمام خوبیوں اور اسوۂ حسنہ کے ہر پہلو کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ حسین عاقب نے اپنی ایک انگریزی نعت میں محمد عربی ﷺ کے ان تمام سوانح نگاروں کے تاثرات کو شعری بیکر عطا کر کے نہ صرف نعت گوئی کے کینوس کو وسیع کیا ہے بلکہ انسان کا ملِ کامل ﷺ کے اتباع کی دنیا بھر کے قارئین کو دعوت بھی دی ہے۔ حسین کا اندازِ نعت گوئی ملاحظہ ہو۔

"Of all sacred religions", Leo Tolstoy says,

"In prophet's teachings, we find essences".

In "Genuine Islam", G.B.Shaw writes with heed,

"For the future Europe, acceptable will be Mohammad's creed".

Keeping his faith, solemn, sincere and dart,

In the "100", thus put in Micheal Hart,

"Supremely successful for religious and secular cause,

The only man in human history, the prophet was..."

اردو زبان کی دلکشی، اردو شاعری کی جادو بیانی اور اپنی کمیت اور کیفیت، ہر دو لحاظ سے اردو شعر و ادب کی اہمیت کے باوجود اردو والوں کے یہاں جن شعبوں میں تنقیدی کا احساس ہوتا ہے، ان میں سب سے اہم شعبہ ”وضع اصطلاحات“ کا ہے۔ اس شعبہ میں ہمارے یہاں ابتداء ہی سے بہت کم توجہ دی گئی ہے اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ تنقیدی کا احساس مزید بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں کی طرف توجہ کی جائے تو وہاں اس باب میں قدرے بہتر اور منظم کام نظر آتا ہے۔ جب اردو ہی میں وضع اصطلاحات کی طرف کم توجہ ہو تو اردو شاعری کی بعض اصناف جو دنیا بھر میں نظم، غزل، حمد و نعت کے ناموں سے بھی مقبول ہیں اور دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی انہی ناموں سے پکاری جاتی ہیں، ان کے لئے متعلقہ زبانوں میں کسی اصطلاح یا متبادل کا وضع کرنا اردو والوں کے لئے امرِ محال بن جاتا ہے۔ جناب حسنین عاقبہ کی فنکارانہ رسا، ذوق و وجدان اور جذبہِ خلوص کو صد آفرین کہ انہوں نے انگریزی میں نعتیں لکھنے کا ارادہ کیا تو نعت کے لئے انگریزی میں کوئی متبادل لفظ نہ پا کر ان کے ذوق نے سب سے پہلے نعت کے لئے کسی اصطلاح کا مطالبہ کیا۔ درحقیقت کسی اصطلاح کا اختراع کوئی آسان کام نہیں۔ پھر جب معاملہ کسی غیر زبان کا ہو تو اس کام کی مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ یہاں اُس زبان کی دیگر متعلقہ اصطلاحات کے علم کے ساتھ ساتھ زبان کے مزاج سے کُلی واقفیت، الفاظ کے صوتی آہنگ کا ادراک اور اس اصطلاح کے قبولِ عام کے پیشِ نظر سلیس، عام فہم اور قابلِ ادا الفاظ کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ حسنین عاقبہ نے نعت کے لئے اصطلاح وضع کرتے وقت لفظ prophet اور poem کو اس قدر مہارت، چابکدستی اور خوبصورت انداز میں یکجا کر کے اصطلاح PROPHIEM

ایجاد کی ہے کہ یہ متبادل اپنے صوتی آہنگ کے ساتھ ساتھ زبان کے مزاج اور مطالبات پر بھی پورا اُترتا ہے۔ نیز ”عمل وضع اصطلاح“ کے اصول و ضوابط اور تقاضوں کی بھی مکمل پابندی کرتا نظر آتا ہے۔ حسین نے اپنی ایک نعت میں اس کی وضاحت یوں کی ہے۔

For such poem in English, I attribute a word

This word, I am sure, no one may have heard.

'Proph' is for prophet, 'em' is for poem, joined by 'i',

I am telling all this, before you ask me, 'why'.

A prophiem wades through the life of prophet

His deeds, teachings, his person, and events he met.

Although on island of knowledge, I am an elf,

The coinage of 'prophiem', I owe to god and myself

بظاہر حسین عاقب کا یہ کام محض ایک متبادل کے اختراع کا ہے، تاہم صرف اس ایک کام کی دنیا بھر کے علمی حلقوں اور ارباب شعر و ادب کی جانب سے جو پذیرائی ہوئی ہے، اس سے اس کام کی اہمیت اور قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چونکہ یہ کام دنیا میں پہلی بار ہوا ہے اس لئے عالمی سطح پر انگریزی شعر و ادب میں کام کرنے والوں کی امید برآئی اور ان کے لئے ایک اہم معرکہ سر ہو گیا۔ انگریزی ادب کے نامور اہل قلم اور ارباب نقد و شعر نے حسین عاقب کے اس کام کو جن الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے، اگر ان تمام تاثرات کو یہاں شامل کر دیا جائے تو یہ مضمون ان کے مناقب ہی سے بھر جائے گا۔ لہذا یہاں چند اہل قلم کی آراء کو نقل کیا جاتا ہے جس سے قارئین کو صاحب موصوف کے کام کی اہمیت اور افادیت کا علم ہو سکے۔ بزرگ امریکی شاعرہ Lorraine Colon نے نعت کے انگریزی متبادل لفظ prophiem کی اختراع پر اپنی حیرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

I enjoyed reading your poem. This coining of a new word is quite clever. And you explained so clearly how you arrived at this word. Truly, an inspired writing.

(Lorraine Colon,

Missourie, United States Of America.)

(میں آپ کی نظم پڑھ کر بہت محظوظ ہوئی۔ آپ نے نہایت ہوشیاری سے ایک نیا لفظ ایجاد کیا ہے۔ اور آپ نے اسکی تشریح بھی بہت صاف طور پر کر دی ہے۔ حقیقتاً یہ ایک تحریک دینے والی تحریر ہے۔) ایک اور شاعرہ، اسماء الصدیق لکھتی ہیں۔

I was confused about what PROPHIEM means at first. But now that I know the meaning, it is very creative ! Great poem, Masha allah.

(Asmaa-Assiddiq. Decatur. Georgia

(ابتداء میں مجھے اُجھن ہوئی کہ prophiem کے کیا معنی ہوتے ہیں۔ لیکن اب جبکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے، یہ نہایت تخلیقی عمل ہے۔ عظیم نظم، ماشاء اللہ۔) انگلینڈ کے ایک شاعر اور نقاد ڈیوڈ ووڈس نے اس ضمن میں اپنے تاثر کا یوں اظہار کیا۔

A delightful poem where you coined a new word.

(David woods, Swansea, United Kingdom)

(ایک خوشگوار نظم جس میں آپ نے ایک انگریزی لفظ ایجاد کیا ہے۔) اور آخر میں انگریزی کے نہایت باصلاحیت اور نوجوان عیسائی شاعر سالومن اوکانی سا بور کے یہ الفاظ جنہیں پڑھ کر حسین عاقب کے معیار فن کے تئیں ہمارا یقین مزید بڑھ جاتا ہے۔ الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

Whenever I read poems of this ilk, I am.. weak, in amazement. What is that you think when you take to write? Gracious God! When I saw first the word PROPHIEM, I sought my lexicon, but could not find it. But then when I was done reading, I thought the word had existed a long time by the way and manner it's meaning was diagnosed and treated. I am in awe and convinced that God hears my prayer for you that HE USES YOU LIKE THE PEN OF A READY WRITER.

(Soloman Walker Akaisabor. Nigeria.)

(جب میں اس قسم کی نظم پڑھتا ہوں تو میں حیرت میں پڑ جاتا ہوں۔ جب آپ لکھنے بیٹھتے ہیں تو آپ کے ذہن میں کیا ہوتا ہے؟ سبحان اللہ۔ جب میں نے پہلی دفعہ لفظ prophiem پڑھا تو میں نے اپنا تمام تر ذخیرہ الفاظ چھان مارا لیکن مجھے یہ لفظ کہیں نہیں ملا۔ پھر میں نے سوچا کہ جس ڈھنگ سے اس لفظ کے معنی کی تشخیص اور برتاؤ نظر آتا ہے، یہ لفظ تو بہت طویل عرصے سے موجود ہے۔ مجھے تعجب ہے اور یہ میرا یقین بھی ہے کہ آپ کے لئے کی گئی میری دعا خدا ضرور سنتا ہے کہ وہ آپ کے قلم کو کسی مشاق قلم کار کی طرح استعمال کرتا ہے۔)

حسین عاقب کے اس کمال فن کے تئیں دیگر مشہور عالمی شخصیات کی آراء آپ اسی کتاب میں کسی اور جگہ پڑھ سکیں گے۔ درحقیقت کسی بھی زبان میں کسی ایک لفظ کا اختراع یا coining آسان عمل نہیں ہے۔ اس کے لئے علم و آگہی اور ذوق و وجدان کے ساتھ ساتھ توفیق اور الہام بھی درکار ہوتے ہیں۔ پھر معاملہ جہاں تقدیری ادب اور شاعری سے متعلق ہو تو سعادت، توفیق اور الہام کے پہلو مقدم ہو جاتے ہیں بقول شخصے

توفیق عزیز است بہر کس نہ دہند

ایں گوہر ناسفہ بہر خس نہ دہند

حسین عاقبہ اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہیں کہ یہ گوہر ناسفہ ان کے حصہ میں آیا اور اللہ تعالیٰ نے نعت پاک کے انگریزی متبادل کی انہیں توفیق ودیعت کی۔ حسنین عاقبہ کے انگریزی نعتیہ کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے یقیناً ہر قاری ان کے کلام کی برجستگی، ندرت بیانی اور بلند خیالی کی بے ساختہ داد دے گا کہ ان کی یہ نعتیہ شاعری ”ایں چیزے دیگرے است“ کے مصداق ہے۔ اس مقالے میں حسنین عاقبہ کی ہمہ پہلو ادبی شخصیت سے صرف انگریزی نعتیہ کلام ہمارے پیش نظر تھا اور مقالے کی طوالت کے باوجود راقم الحروف کو صرف اس ایک پہلو پر مکمل گفت گو نہ کر پانے کا احساس ہے تو ان کے دیگر ادبی کارناموں کے تذکرے اور تفصیل کا یہاں کیا موقع! حسنین عاقبہ جس حیرت انگیز طریقے سے شعر و ادب کی مختلف اصناف میں اپنے فکرو فن اور اپنے قلم کا جادو دکھا رہے ہیں، اس سے یہ یقین ہو گیا ہے کہ انشاء اللہ مستقبل قریب ہی میں ان کی ہمہ جہت شخصیت کے دیگر پہلوؤں کا بھرپور تعارف ادبی دنیا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

شعبہ

حمد و مناجات

حمد

یہ بات طے ہے کہ تیری حمد و ثناء خدا ایا، بہت ہے مشکل
 مگر یہ سب تیز کروں کی منزل، یہی ہسراک گفتگو کا حاصل
 دیا ہے یوسفؑ کو حسن، بخشی ہے تو نے موسیٰؑ کو ہم کلامی
 عطاء کئے معجزے، صحیفے پیمبروں پر کئے ہیں نازل
 جہاں میں تاریکیاں بڑھیں جب، رسولِ اکرمؐ کو تو نے بھیجا
 وہ فخرِ گل یعنی شاہِ بطحا، وہ مہرِ تاباں، وہ ماہِ کامل
 یہ شاخِ گل یہ شجر کی ٹہنی، یہ لقمہٴ تر، یہ آبِ شیریں
 ہیں تیری قدرت کے سب مظاہر، یہ دانہ دانہ، یہ آبِ یہ گل
 تری عطاؤں کو گنتے گنتے یہ سارے ہند سے بھی تھک گئے ہیں
 ہوانہ پیدا، نہ ہو سکے گا، شمار کرنے کے ہو جو قابل
 کٹھن ہے رستہ، ہوا مخالف، سرے سفر کا تو ہی محافظ
 ہے تو ہی کشتی، تو ہی کھویا، تو ہی سمندر، ہے تو ہی ساحل



جو لینے دینے کے سلسلے میں، نہ ان کی حد ہے نہ انتہا ہے
 سخی ہے تجھ سا، گدا ہے مجھ سا، عطا نہ تجھ سی، نہ مجھ سا سائل
 اسی کی ملتی ہے جب اجازت، زمیں اُگتی ہے پھول پھل سب
 وہ حکم دے تو چلیں یہ بادل، اسی کی قدرت کے سب ہیں حامل
 اُسے محبت ہے ہم سے بے حد، وہ خالق دو جہاں ہے پھر بھی
 ذرا تکلف سے کام لیجے، عبادتوں کا وہی ہے حاصل
 چلو ہم ایسا کریں کہ اس کی نظر بچا کر گناہ کر لیں
 مگر ہے سب کچھ نظر میں اس کی، ہر ایک منظر میں ہے وہ شامل
 ہٹائے غفلت کے پردے عاقب، سجالے ماتھے پہ نقشِ توبہ
 ابھی ہے ساقی کرم پہ مائل، جمی ہوئی ہے ابھی یہ محفل

مناجات

خدایا مجھ کو ترا لطفِ بے کنار بھی دے
 تری عطا کے سمندر پہ اختیار بھی دے
 دو گھونٹ میں نے لئے جامِ عبدیت سے مگر
 قبول جس سے عبادت ہو وہ خمار بھی دے
 بہت گھٹن ہے گناہوں کی پاسداری میں
 مرے خدا! مجھے اس راہ سے گزار بھی دے
 سمندروں کو جو شرمادے ایسی وسعت دے
 طوائفوں پہ ہو بھاری وہ اختصار بھی دے
 جہاں سے خود کے سوا کچھ نظر نہ آئے جہنمیں
 انہیں پھر ایسی بلندی سے تو اتار بھی دے

ترے کرم نے جسارت بڑھادی ہے اتنی
 یہ دل بھرے گا نہیں، تو ہزار بار بھی دے
 تو کُن سے دیتا ہے مسردوں کو زندگی کی نوید
 اگر تو چاہے تو زندوں کو پل میں مار بھی دے
 وہ کشتیاں جو کناروں پہ راہ نکلتی ہیں
 سمندروں میں انہیں دفعتاً اتار بھی دے
 اگر ہے شہرت بے داغ قسمتِ عاقب
 تو عاجزی بھی، طبیعت میں انکسار بھی دے

حمد

کیا کیا نہ کیا تو نے جب اناں کو اتارا
اکاش کو خیمہ کیا، دھرتی کو سنوار

بخشتے ہیں سمندر کو صدف اور گہر بھی
پھر مصلحتاً تو نے انہیں کر دیا کھارا

ہر شے کی زباں پر تری وحدت کے ہیں نغمے
یہ ٹھنڈی ہوا باغ کی، ندیا کی یہ دھارا

ہم پر جو ترے حق ہیں، ادا ہو نہیں سکتے
اور تیرے بنا ہوتا نہیں اپنا گوارا

میں بے سرو ساماں، یہ کوئی آس نہ امید
تو آپ ہی کشتی مری، اور تو ہی کنارہ

میں، اور رہوں بے کس و بے یار و مددگار!
ہو سکتا نہیں یہ تری قدرت کو گوارا

چمکی میں بر آئیں سبھی عاقب کی مسرا دیں
ہو جائے تری سمت سے گرا ایک اشارہ

حمد

ہر عبادت کا مُدعا ہے کون؟
 تو نہیں، تو ترے سوا ہے کون؟
 چاہتا ہوں کہ سب تجھے مانیں
 یہ نہ بولے کوئی، خدا ہے کون؟
 ہر نفس کی زباں پہ تیری ثناء
 تیری تعریف کر رہا ہے کون؟
 سارے رشتے محض تکلف ہیں
 میرا جگ میں ترے سوا ہے کون؟
 آس ہے بس ترے کرم کی ہمیں
 ورنہ دنیا میں بے خطا ہے کون؟
 سُن کے عاقب کو بول اٹھے سب لوگ
 مدحتِ رب یہ کر رہا ہے کون؟

حمد

واقعی، اے خدا! ہے سب کے لئے
تیسرا لنگر کھلا ہے سب کے لئے

کیا گنہگار اور کیا زاہد !
رحمتوں کی گھٹا ہے سب کے لئے

تو نے روشن کیا ہے سورج کو
یہ دیا، جل رہا ہے سب کے لئے

کوئی لائے کہاں سے یہ خوبی؟
تیسرا دل تو بڑا ہے سب کے لئے

یہ جو دنیا ہے، ہاں، یہی دنیا !
کارخانہ بنا ہے سب کے لئے

تیسری رتی کو تھام لے دنیا
یعنی اس کا سرا ہے سب کے لئے

تم بھی آؤ قطار میں عاقب
توبہ کا در تو وا ہے سب کے لئے

حمد

گفتگو تیری کروں شام و سحر
اور مگن ہو کے سنیں جن و بشر

جس سے راضی ہوئے اللہ، نبی
اس کی خدمت کریں یہ شمس و قمر

جو بھی کرنا ہو، بصد شوق کرو
اپنا انجام رکھو پیش نظر

ایک اک سانس کا ضامن ہے خدا
حادثے لاکھ گزریں زیر و زبر

اس سے بچ کر بھی کہاں جائیں گے؟
وہ کہ ہر پل کی جو رکھتا ہے خبر

رب کو مطلوب اطاعت ہے میاں!
بچنے بند 'اگر' اور 'مگر'

بس یہی خواہش عاقب ہے خدا!
قبر میں ساتھ نہ ہو گردِ سفر

حمد

آج تُو حُجّتِ تمام کرتے ہیں
 زندگی رب کے نام کرتے ہیں
 یہ تقاضے ہیں بندگی کے میاں
 ہم تو دل کو امام کرتے ہیں
 اے خدا! بھیج لے نکیل ان کی
 سرکشی کچھ غلام کرتے ہیں
 عبدیتِ محو سجدہ ہے یعنی
 بندے رب سے کلام کرتے ہیں
 چلتے، اقرارِ وحدتِ حق پر
 عمر کا اختتام کرتے ہیں
 بعد از مدحتِ خدا، عاقب
 ذکرِ خیرِ الانام کرتے ہیں

حمد

یا الہی! میں ہوں تنہا، مجھے محفل کر دے
 تو مری ذات کو ہر فیض کا حاصل کر دے
 تیز لہریں ہیں سمندر کی، مخالف ہے ہوا
 میری کشتی کو عطا پھر کوئی ساحل کر دے
 کوئی جو ہر ہو چھپا مجھ میں تو کر دے روشن
 نا تراشیدہ ہوں، مجھ کو کسی قابل کر دے
 راہ سیدھی ہو، چلوں جس پہ ترانام لئے
 نیک لوگوں کی صفوں میں مجھے شامل کر دے
 بس یہی تجھ سے دعا کرتا ہے عاقب تیرا
 میں ہوں رستے میں، عطا مجھ کو تو منزل کر دے

حمد

سب کے آقا، سب کے داتا
دل یہ تیرے گیت ہے گاتا

دین دکھی کا ، تو ہی سہارا
سارے جگ کا پالن ہارا

نام کو تیرے کبھی نہ بھولوں
اور تجھی کو حال سناؤں

در پر تیرے جو بھی آئے
ہاتھ وہ خالی کبھی نہ جاتے

دیکھ سکوں جو وہ ہے تیرا
جو نہ دیکھوں ، وہ بھی تیرا

لفظ بھی تیرے، گیان بھی تیرا
ساتھ ہو لیکن دھیان بھی تیرا

بو لے پیپہا، کوہو، کوہو
کہاں نہیں تو، کدھر نہیں تو

اللہ سائیں!

نفسِ نفس پر تری حکومت، اللہ سائیں
 دھڑکن دھڑکن، تری عبادت، اللہ سائیں
 ندیاں، پر بت، جھرنے، تیرے ہی گنگا تے ہیں
 سب کے سروں میں، تیری وحدت، اللہ سائیں
 لٹتی عصمت، قتل کے منظر، یکھرے ہر سو
 اور بھلا پھر، کیا ہے قیامت، اللہ سائیں؟
 شیطاں تیری قدرت کو جو لکارے ہے
 دشمن کی تیرے، اتنی جبرأت، اللہ سائیں!
 چھاؤں، دھوپ، ہوا، جل، اگنی، دھرتی، آکاش
 اک اک سانس بھی تیری نعمت، اللہ سائیں!
 اور میں کب تک سہتا جاؤں، وقت کے نخرے
 مجھ پہ چھڑک دے، اپنی رحمت، اللہ سائیں!
 لاکھ برا ہے عاقب، عفو کا سرچشمہ تو
 کہتے ہیں میرے، اشکِ ندامت، اللہ سائیں!

خامہ

(یہ صنف عاقب کی ایجاد ہے جس کا ہر شعر پانچ ارکان پر مشتمل ہے)

اے خدا!

خالقِ دو جہاں، تو مرا آسرا

بندگی

میں نمازیں تری، تجھ کو سجدے روا

غمِ کٹا

آپڑا وقتِ عجب، مہرباں ہو ذرا

لم یزل

ابتداء تو ہی ہے، تو ہی ہے انتہا

دو جہاں

میں فناسب یہاں، اک تجھی کو بقاء

کیا ہوں میں؟

عاجز و خوش گماں، عاقبِ نارسا

شعبہ

نعت

نعت

یہ کس کا فیض ہے، کس کی عطائیں بات کرتی ہیں؟
برستی ہیں جو رحمت کی گھٹائیں، بات کرتی ہیں

نہ جان و دل، نہ مال و دولت دنیا مقدم ہے
محمدؐ کے غلاموں کی وفائیں بات کرتی ہیں

نبیؐ کی اک نظر نے بخش دی میسر ب کو گویائی
زہے قسمت! مدینے کی ہوائیں بات کرتی ہیں

دروِ پاک پڑھ کر ہی خدا سے مانگتا ہوں سب
وسیلہ جب ہو ایسا تو، دعائیں بات کرتی ہیں

یہ کون آیا؟ ہر اک منظر پہ کس کا نقش اُبھرتا ہے؟
اسی بارے میں اب چاروں دُشائیں بات کرتی ہیں

محمدؐ آنے والے ہیں، سبھی نے یہ خبر دی تھی
صحیفے اور ویدوں کی کھائیں بات کرتی ہیں

حضور آئے تو، عاقب، مل گیا والی یتیموں کو
سُروں پر تن گستیں جو، وہ ردائیں بات کرتی ہیں

نعت

ذکرِ نبیؐ سے خالی کبھی زندگی نہ ہو
ایسا ہو گر تو دل میں کوئی بے گلی نہ ہو

چھپ جائے کاش حشر میں فردِ عملِ مری
تا کہ مرے حضورؐ کو شرمندگی نہ ہو

جس نے گزاردی ہو شریعت پہ زندگی
بندہ وہ اور کیا ہو؟ اگر وہ ولی نہ ہو

جیتا ہوں میں یہ سینے میں ارماں لئے ہوئے
ترسٹھ سے عمرِ میری، خدایا، بڑی نہ ہو

ہر اک دعا میں واسطہ دیتا ہوں آپؐ کا
ممکن نہیں کہ شاخِ تمنا ہری نہ ہو

عشقِ نبیؐ کا ایک تقاضہ سمجھ اسے
یعنی جو بات ان کی ہو، وہ سرسری نہ ہو

عاقب پہنچ تو جائے مدینہ بس ایک بار
دنیا بلائے کتنا ہی، پھر واپسی نہ ہو

نعت

یہ جبریلؑ ہیں، یہ نبوت کھڑی ہے
 یہ غارِ حرا اور نزولِ وحی ہے
 یہ فرشِ زمیں اور یہ پستی چٹائی
 شہِ دو سرا کی یہی سادگی ہے
 فرشتے یہ کہتے ہیں معراج کی شب
 خدا کے قسریں کوئی ہے تو یہی ہے
 وہ ناقہ سوار اور مدینے کی گلیاں
 صدامِ بدمِ مرحبا آرہی ہے
 محمدؐ کی اک ذات میں کیا نہیں ہے؟
 بشر ہے، شفیعُ الامم ہے، نبیؐ ہے
 وہ فاراں کی چوٹی پہ ماہِ متور
 جہاں میں اُسی کی یہ سب روشنی ہے
 ذرا قول سے آگے بڑھ جاؤ عاقب
 کہ مضمیر اسی میں رضا لے نبیؐ ہے

نعت

تمہی ہو فخرِ عبدیت، جہاں خالق، وہیں تم ہو
تمہی ہو عرش کے مہماں، شہنشاہِ زمیں تم ہو

شبِ معراج بولے انبیاءِ میلِ کر محمدؐ سے
امامت ہے تمہاری یا نبیؐ! مسندِ نشیں تم ہو

نیازِ عشقِ مولائی تمہیں حاصل، تمہیں زیبا
محبت کے آئیں تم ہو، سراجِ العاشقیں تم ہو

جمالِ حسنِ یوسفؑ، معجزہ اپنی جگہ ثابت
مگر یوسفؑ ہو جس پر رشک ہو، ایسے خصلیں تم ہو

رسالت کی گواہی کے بنا ایساں ادھورا ہے
مسلم ہے خدائی تو، مگر اس کا یقیں تم ہو

کہاں ممکن کسی دوجے میں یہ سب خوبیاں ہونا
معلم تم، تمہی رہبر، تمہی صادق، امیں تم ہو

کہاں حسینِ عاقب اور کہاں دعویٰ عقیدت کا
مگر یہ جانتا ہوں میں، مرے دل کے قریں تم ہو

نعت

نہ زادِ راہ، نہ کوشش ہے راہبر کے لئے

تری نظر ہی بہت ہے مرے سفر کے لئے

وسیلہ جب بھی محمدؐ کا پیش کرتا ہوں

دعائیں خود ہی نکل پڑتی ہیں اثر کے لئے

نبیؐ کا عشق تو مومن کا جزوِ ایساں ہے

یہاں جگہ نہیں کوئی 'اگر مگر' کے لئے

یقین ہے کہ شفاعت کا مستحق ہوں میں

بچار کھسا ہے ندامت کو چشمِ تر کے لئے

شہِ اممؐ نے اشارہ کر دیا اس کو

دونیم ہونا تو لازم ہی تھا قمر کے لئے

خدا کی ذات پہ ایمان اور عشقِ نبیؐ

بہت ہے توشہ یہی عمرِ مختصر کے لئے

نثار نامِ محمدؐ پہ ذاتِ عاقب کی

کچھ اور سوچا نہیں میں نے عمر بھر کے لئے

نعت

نکل کر مدینے سے دل کو چسلی ہے
 یہ عشقِ نبیؐ کی نراں لگی ہے
 مجھے دیدرو ضے کی ہوگی عطا کب؟
 مری عمر آقاؐ، گزرتی چسلی ہے
 سنا ہے غریبوں سے رکھتے ہوا الفت
 تو پھر اس امیری سے غربت بھسلی ہے
 متور، معطر، ہے بلحا کی ہر شے
 کہ مٹی بھی اس شہر کی صندلی ہے
 محمدؐ کے نقشِ قدم پر چلے جو
 خدا کی قسم! وہ تو کامل ولی ہے
 نہیں اور رغبت کوئی دل میں عاقب
 محمدؐ، محمدؐ، یہی دھن بھسلی ہے

نعت

سارے نبیوں کے نصیبوں میں امامت ہے تری
 کیا تر ادرجہ ہے، اور کیسی رسالت ہے تری !
 وہی قرآن جو اُترا تھا حرا میں تجھ پر
 حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ سیرت ہے تری
 ہے یہ نبیوں کی تمنا تری امت میں رہیں
 کیا تری شان ہے، کیا شان نبوت ہے تری !
 تیرے ہر لفظ کو تائیدِ خدا ہے حاصل
 ناز دشمن کو تھا جس پر، وہ صداقت ہے تری
 ام عمارہؓ تھی زنجی، ترے قدموں پہ نثار
 اس کے سر چڑھ کے جو بولی، وہ محبت ہے تری
 جب ضرورت پڑی اسلام کو، دی کس نے صدا؟
 یہ خدیجہؓ ہے تری، اس کی تجارت ہے تری
 اتنی خواہش ہے کہ فہرست میں عاقب بھی رہے
 حوض کوثر ہے ترا، اور شفاعت ہے تری

نعت

نبیؐ نے نورِ اپنا جب فلک کی سمت اُچھالا ہے
 اسی لمحے سے ہر شمس و قمر کے لب پہ تالا ہے
 ذرا آنکھیں دکھائیں تو پڑھا صلِّ علیٰ ہم نے
 وسیلہ تیرا دے دے کر ہر اک مشکل کو ٹالا ہے
 جسے دیکھا کتنے جبریلؑ صدیوں نور کی صورت
 خدا نے قالبِ آدمؑ میں پھروسہ نور ڈھالا ہے
 جہالت اور گم راہی پہ آمادہ تھے اکثر لوگ
 ’نظامِ دہر کو آ کر محمدؐ نے سنبھالا ہے‘
 ترے قربان ! بیٹی کو وراثت بخشنے والے
 کرم نے تیرے جس کو زندہ قبروں سے نکالا ہے
 یہ ہے حسینِ عاقبؑ کی تمنا روزِ محشر وہ
 یہ کہہ دیں بندہ یہ میری شفاعت پانے والا ہے

نعت

فتح مکہ ہے، تڑا دل ہے، مسرّوت ہے تری
 دشمنوں کو ہے یقیں جس کا، سخاوت ہے تری
 شبِ معراج کھلے عرش کے سب دروازے
 میزباں تیرا خدا، اور ضیافت ہے تری
 رشک کرتے ہیں ابو بکرؓ کی قسمت پہ سبھی
 غار ہے ثور کا، اور اس پہ رفاقت ہے تری!
 تیری شاہی کی بھلا کون کرے پیشِ مثال
 شاہِ عالم ہے تو اور فقر ہی دولت ہے تری
 میرا ایساں ہے تجھے نورِ مجسمِ جانوں
 روشنی چاند میں ہے جس سے وہ صورت ہے تری
 عشق تیرا ہے مسلمان کے لئے آبِ حیات
 تو ہے امت کے لئے اور یہ امت ہے تری
 اس گھنے سائے میں عاقب کو بھی مل جائے پناہ
 روئے عالم پہ جو چھائی ہوئی رحمت ہے تری

نعت

پہنچوں درِ حلیبؑ پہ، گر زندگی رہے
 پھر اس کے بعد یوں ہو کہ دنیا تھمھی رہے
 نسبت ہمیں بھی اس لئے ولیوں سے ہے میاں
 عاشقِ نبیؐ کے سب رہے، جتنے ولی رہے
 اے فخرِ گل! خدا سے یہی مانگتا ہوں میں
 قائم تری حدیث پہ یہ زندگی رہے
 تم سا ہوسننے والا تو مولا کے فضل سے
 ممکن نہیں کہانیِ مری آن کہی رہے
 اعمال تو نہیں ہیں مگر ایک شکل ہے
 ان کے کرم کی حشر میں چادر تنی رہے
 عاقب! نبیؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے
 اخلاص میں ترے نہ اگر کچھ کمی رہے

نعت

وہ تو بس عشق ہی سکھلاتا ہے ہمت کرنا
 ورنہ آسان کہاں ہے تری مدحت کرنا
 قوت و شوکت و انصاف و تدبّر، حکمت
 تو نے دنیا کو سکھایا ہے قیادت کرنا
 فاطمہ بنت محمدؐ پہ بھی قائم ہیں حدود
 گر ہے زیبا تو تجھی کو ہے عدالت کرنا
 چو رزمخوں سے ہوتے جاتے ہیں طائف میں رسولؐ
 یہ ہے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنا
 تیری سیرت میں ہے قرآن مقدس کا جمال
 تجھ کو پڑھنا بھی تو گویا ہے تلاوت کرنا
 نعتِ عاقب کو بھی حاصل وہ شرف ہو جیسے
 تیرا حسان کی نعتوں کو سماعت کرنا

فارسی نعت

ہر خیالے را بروں انداختم
حرفِ نعت تو، بر آمد از قلم

خامہ من کارِ خوشتر چہ کند
جز نوشتنِ مدحتِ شاہِ اُمم

آرزوئے دیدِ افسوں تر شود
چوں نظرِ برگنبدِ خضرِ اکنم

کوہِ فاراں از تجلیِ نور شد
چوں محمدِ گلہ زن شد صبحِ دم

صد ہزاراں انبیاء پیشِ نظر
کس نہ بینم مثلِ مختارِ اُمم

بشنو از من، اے کراما کا تبین!
من گدا یم او شہِ جود و کرم

نعت را ایں رمزِ عاقبِ گوشِ کن!
عشق را قرطاسِ کن، دلِ را قلم

نعت

ظلمتیں چھٹ گئیں یہ پیام آگیا

مسح دم روشنی کا امام آگیا

با خبر! بادب! سر بھی خم کیجئے

میرے لب پر محمد کا نام آگیا

سر زمین عرب تجھ پہ سب کچھ نثار

تیری قسمت میں ماہِ تمام آگیا

ذکرِ احمد پہ ہیں ختم سب مدحتیں

اے قلم! ٹھر، وقتِ قیام آگیا

لوفِ رشتوں کے جھر مٹ ہیں سایہ فگن

بزم میں ذکرِ خیر الا نام آگیا

اپنا قصہ لیے آپ کے سامنے

دیکھیے دیکھیے، یہ غلام آگیا

لے کے عاقبِ عقیدت کا نذرانہ آج

آپ کو پیش کرنے سلام آگیا

نعت

چل گنبدِ خضر کی مہسکی ہوئی چھاؤں میں
 ہم جا کے رہیں اے دل! محبوب کے گاؤں میں
 کھلتے ہیں یہاں جَوَلَب، پڑھنے کو درود اُن پر
 پھر صلّ علیٰ کی ہے اک گونجِ فضاؤں میں
 یہ کون نظر آیا فاران کی چوٹی پر
 اک لرزہ مسلسل ہے پتھر کے خداؤں میں
 چودہ سو برس پہلے اک شمع ہوئی روشن
 پھیلا ہے جو اُجیا را اب چاروں دشاؤں میں
 ایساں منور ہوں، جذبے ہوں خسارِ آلود
 جب نعتِ فروزاں ہو ہر سمت فضاؤں میں
 جس سمت چلا عاقبَ اُس سمتِ مدینہ ہے
 اور عشقِ محمدؐ کی زنجیر ہے پاؤں میں

نعت

آقا مرے مولا سرے سرکار محمدؐ
کب آؤں گا میں آپ کے دربار محمدؐ؟

دنیا بھی گئی ہاتھ سے، ایساں ہوا برباد
جس نے بھی کیا آپ کا انکار محمدؐ

جاؤں میں کہاں آپ کے دامن کے سوا اب
دنیا ہے بہت درپے آزار محمدؐ

اک سمت جہنم ہے تو اک سمت گہنہ کار
اور بیچ شفاعت کی ہیں دیوار محمدؐ

ہلکا ہوا دل آپ کو دکھ درد سنا کر
جینا تو ہے ورنہ بڑا دشوار محمدؐ

رگ رگ سے مری آئے صدا کا ش! خدایا
چاہت مری، خواہش مری، سنار محمدؐ

عاقب نے سجا تو دئے ہیں نعت میں الفاظ
ہے سوز و گداز آپ کا درکار محمدؐ

نعت

آپ فیاض و مختارِ رسولِ عربیؐ
 میں گدا اور طلبگارِ رسولِ عربیؐ
 آپ اقلیمِ نبوت کے شہنشاہ بھی ہیں
 آپ پر ختم یہ دربارِ رسولِ عربیؐ
 زندگی جس میں کوئی ذکرِ تمہارا نہ رہے
 زندگی وہ تو ہے بے کارِ رسولِ عربیؐ
 دشت میں چلتا ہوں جب نامِ تمہارا لے کر
 راہ دے دیتے ہیں سب خارِ رسولِ عربیؐ
 مجھ پہ دشمن کی عنایات بہت ہیں لیکن
 اس کا پلٹا ہے ہر اک وارِ رسولِ عربیؐ

حوصلہ آپ سے قائم کہ بچار ہتا ہوں
 وقت کی تیز بہت دھار رسولِ عربیؐ
 قافلے سارے چلے جاتے ہیں طیبہ کی طرف
 اور میں بے بس ولاچار رسولِ عربیؐ
 مجھ کو اک بار بس اک بار بلا لو درپردہ
 میں ہوں دنیا کا گرفتار رسولِ عربیؐ
 پاس عاقبہ کے بجز عشقِ نبی ﷺ کچھ بھی نہیں
 اور شفاعت کا میں آدھار رسولِ عربیؐ

نعت

تھما ہوا سا جہاں کا نظام ہے ساقی
یہ تیرے آنے کا سب اہتمام ہے ساقی

فدائے روزِ ن گردوں سے یہ بھی دیکھائیے
صفوں میں سارے نبی، تو امام ہے ساقی

سماعتیں بھی، تکلم بھی رشک کرتے ہیں
نہ جانے کس سے ابھی، ہم کلام ہے ساقی

تو رشکِ آدمِ خائی ہے رشکِ قدسی بھی
دُرِ حرم پہ لکھا تیرا نام ہے ساقی

مری حیات کا مقصد ہے تیری خوشنودی
مرا یقین بھی تیرا غلام ہے ساقی

ترا وجود ہی تکمیلِ عشقِ عاقب ہے
تیرے بغیر یہ جذبہ ہی خام ہے ساقی

نعت

چکارا دل سے میں نے جب نبی نبی نبی
تو گونجنے لگی تبھی گلی گلی گلی گلی

ابو جہل کے ہاتھ میں تو سنکری بھی بول اٹھی
خدا کے بعد ایک تم نبی نبی نبی نبی

تمہارے صدقے میں نبی ہے کائنات یہ تمام
کھلی تمہارے نام سے کلی کلی کلی کلی

ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، تو ان کے ساتھ اک عسّیؓ
یہ چار تھے رسولؐ کے ولی ولی ولی ولی

نزول برکتوں کا ہے مدینہ شہر میں سدا
ہے چاندنی میں رہ گزر دھلی دھلی دھلی دھلی

نعت

نبی نبی جی نبی نبی جی، زباں پہ جب بار بار ہوگا
شفاعتِ مصطفیٰ کا اپنے گلے میں آخر کو ہار ہوگا

اصول و آدابِ عاشقی تو اوہیں قسرنیؔ سے کوئی سیکھے
جو خود کو معشوق میں کرے ضم، وہ عاشقوں میں شمار ہوگا

ہو بو بکرؔ کا سکونِ دل اور عمرؔ کی آنکھوں کی روشنی ہو
علیؔ و عثمانؔ کی تم ہو چاہت بڑا مقدس وہ پیار ہوگا

زمینِ بلحا قریب آئی، نگاہِ نیچی، خسوشِ اے دل
یہاں کی مٹی میں ہسم ملیں تو یہ باعثِ افتخار ہوگا

کسی کو یار نہ ہوگا جس دن ہماری ہوگی سفارشِ اُس دن
شرفِ شفاعت کا جس کو حاصل وہ کتنا بابر اختیار ہوگا

ہم اپنا سب کچھ نثار کیوں نہ کریں خدا کے حلیبؔ پر پھر
جو روزِ محشر بھی اپنی امت کے واسطے بے قرار ہوگا

اے حاجو! تم مدینہ پہنچو، تو کہنا رو کر، حضورؐ سے یہ !
تمہارا عاقبؔ بھی منتظر ہے، کب اس کا ختم انتظار ہوگا

نعت

جھولیاں برکتوں سے بھر لیں گے
ذکرِ خیر الانام کر لیں گے

بندگی رب کی اور عشقِ رسول
ہم یہی توشہ سفر لیں گے

ان کی نسبت یہ اپنا ایساں ہے
ہم غریبوں کی وہ خبر لیں گے

جس طرف نقشِ پا حضور کے ہیں
زندگی اپنی ہم ادھر لیں گے

جو شفاعت کی سمت جاتا ہے
ہم اسی راستے کو دھر لیں گے

جس پہ شاہوں نے تاج وارے ہیں
ہم شہنشاہ اس کو کر لیں گے

ہم کو کافی ہے اک نظر عاقب
ہم کہاں شمس اور قمر لیں گے

نعت

نعت میں جھوٹ کا جب بھی ہوگا گزر
حبذ بہ عشق رہ جائے گا بے اثر

اک سہارا شفاعت کا ہے آپ کی
ورنہ دفتر عمل کا ہے زیر و زبر

جو ہے پوشیدہ، وہ آپ پر منکشف
اور ہم پیش منظر سے ہیں بے خبر

روضہ شاہِ عالم کی اک دید سے
پاک ہو جاتی ہے بد سے بدتر نظر

ہر بلا ہر مصیبت کو ہے یہ پتا
میرے ہر حال کی آپ کو ہے خبر

اس کی بگڑی بنی، عاقبت سچ گئی
جس کو دیکھا حضور آپ نے اک نظر

نعت عاقب کی بن جاتی ہے مدعا
جب بھی کہتا ہے وہ عشق میں ڈوب کر

نعت

میاں ذکرِ نبی کرنے کی عادت
ہے جنت میں قدم دھرنے کی عادت

جہاں پیغام احمد گونج اٹھا
بتوں کو پڑ گئی ڈرنے کی عادت

نبیؐ کا نام جینے کا سہارا
اسی اک نام پر مرنے کی عادت

سخاوت کے ادھر دریا رواں ہیں
ہمیں بھی جھولیاں بھرنے کی عادت

ادھر دشمن ستم کرنے کے عادی
ادھر تھی درگزر کرنے کی عادت

درو دآن پر سدا پڑھنا ہے عاقب
عقیدت کے رواں جھرنے کی عادت

نعت

حبزہ عشق میں جب جب بھی اچھال آتا ہے
 حاضری کب مری ہوگی یہ خیال آتا ہے
 حشر ہو آپ کے پاؤں ہوں، مسراسر آقا
 یہ تمنا کوئی سینے میں اُجال آتا ہے
 عشق سے ہٹ کے نہ سوچو! نہیں! ہرگز بھی نہیں
 ورنہ ایمان کی دولت پہ زوال آتا ہے
 جب درود آپ پہ بھیجوں تو یہ لگتا ہے مجھے
 بنک میں جیسے ڈپازٹ کوئی ڈال آتا ہے
 سوچتی ہیں یہ حلیمہ! مری قسمت چمکے
 آمنہ کا مری گودی میں جو لعل آتا ہے
 شب معراج یہ بول اٹھے فرشتے عاقب
 عرش کی سمت شہِ حُسن و جمال آتا ہے

نعت

رب نے بلا یا جب تجھے مہمان کی طرح
 کس کی وہاں تھی شان، تری شان کی طرح
 سرشار تیرے عشق میں جس کا بھی دل ہوا
 ایماں کسی کا کیا ہوا اس ایماں کی طرح
 بولے فرشتے، ہاں یہی خیر البشر ہے وہ
 آتا ہے سوئے عرش جو سلطان کی طرح
 اس نے جو کہہ دیا، تو ہے منشاے حق وہی
 سیرت بھی اس کی، بات بھی قرآن کی طرح
 جنت بھی اس کی، اس کا خدا، اس کا ہے رسول
 جو زندگی گزارے مسلمان کی طرح
 جو نور بن کے عرش پہ صدیوں مقیم تھا
 اُترا ہے وہ زمین پہ انسان کی طرح
 قسمت کو اس پہ ناز ہو، لفظوں کو ہو غرور
 حسین نعت کہہ دے جو، حسان کی طرح

نعت

نعت گوئی بھی اک سعادت ہے
یعنی حسانؑ کی وراثت ہے

آپؐ نے جو کہا روایت ہے
آپؐ نے جو کیا، شریعت ہے

نور پہنے لگا قلم سے میرے
نعت احمدؑ کی یہ کتابت ہے

امن عالم کے واسطے سب کو
تیرے پیغام کی ضرورت ہے

اک یہودن کو مل گیا ایساں
کیا مؤثر تری عبادت ہے

تو نے اقراء سے ابتداء کی تھی
 کتنی کامل تیری خطابت ہے
 لڑکھرائے نہیں ہیں پائے ثبات
 یہ محمدؐ ہیں، یہ نبوت ہے
 دونوں یکتا ہیں اپنی خوبی میں
 پہلے وحدت ہے پھر رسالت ہے
 تیرا عاشق مجھے خدا نے کیا
 مجھ پہ اس کی بڑی عنایت ہے
 نعت کا لفظ لفظ ہے موتی
 عشق! یہ سب تری کرامت ہے
 کہہ رہا ہے یقین عاقب کا
 اُس کی تقدیر میں شفاعت ہے

نعت

تو عشقِ مَن، تو شاہِ دیں
رُشکِ فلک، رُشکِ زمیں

دیکھے بہت ہم نے حسیں
تجھ سا مگر کوئی نہیں

معراج کا مہمان تو
اے رونقِ عرشِ بریں

قُدرِ آن ہے، سیرتِ تری
اے رحمتُ اللعالمیں

دشمن پہ بھی تو مہرباں
یاروں میں تو خندہ جبیں

نبیوں کا تو سردار ہے
پیغمبرِ حق کا تو آ میں

ایساں مرا اس پر گواہ
جس با خدا، تو بھی وہیں

محشر میں ہم ہوں اور خدا
اور تو شفیع المذنبین

پڑھنے لگا عاقب درود
جن و ملک اس کے قسریں

نعت

لائق تقلید عاقب ہر ادائے مصطفیٰ
مسکراؤں میں بھی جیسے مسکرائے مصطفیٰ

بس وہی خالق جہاں کا، وحدہ اور میں رسول
آ رہی ہے کوہِ فاراں سے صدائے مصطفیٰ

بے سہارا تھے جو ٹھکرائے ہوئے، بے کس یتیم
ان کو لیتی تھی پناہوں میں ردائے مصطفیٰ

نام کس کس کے گناؤں؟ کس کے دل میں وہ نہیں؟
جن، ملائک اور بشر سب، ہیں فدائے مصطفیٰ

اے خدا اس کے سوا میں اور کیا خواہش کروں؟
روزِ محشر سر ہو میرا، اور پائے مصطفیٰ

اس سے آگے کوئی مقصد اب نہ مجھ سے پوچھیے
زندگی بہر خدا اور پھر برائے مصطفیٰ

خامہ سجدہ ریز ہوتا جا رہا ہے دم بدم
نعت کے ہر شعر میں عاقب، نوائے مصطفیٰ

نعت

کلیدِ سرفرازی ہم زمانے کو بتا آئے
 ہو جنت کی طلب جس کو، مدینے تک چلا آئے
 کسی کے آنے جانے کا نہیں کچھ ہوش اب ہم کو
 مقامِ عشق آجائے، نہیں تو پھر قضا آئے
 عمر نکلے تھے کرنے فیصلہ ماہِ نبوت کا
 مگر لوٹے تو جان و دل محمدؐ پر لٹا آئے
 بہر صورت اسے ہم تو عبادت ہی سمجھتے ہیں
 خدا کا ذکر آجائے کہ نامِ مصطفیٰ آئے
 تمنا دل میں اتنی ہے، رسول اللہ کے صدقے
 کھلے جب قبر میں کھڑکی، تو جنت کی ہوا آئے
 تو دل کی بات دل میں رکھ، وہ سب کچھ جان لیتے ہیں
 ہے تو بہین عقیدت گرزباں پر مدعا آئے
 نبیؐ کا درہو، ہم ہوں، زندگی کی شام ہو عاقب
 میاں، واپس وہاں سے زندہ گر آئے تو کیا آئے؟

نعت

وہ آمنہ کا لال ہے
رسولِ بے مثال ہے

ہے جب تک اپنے دم میں دم
دروُد اس پہ بھیجیں ہم

علیمہ دائی کے یہاں
تھیں اس کی برکتیں عیاں

یتیم کا وہ آسرا
غریب کا وہ حوصلہ

زمین و آسمان کا
وہ رہ نما جہان کا

وہ رب کا اور اس کا رب
ہیں جن و انس اُس کے سب

وہ دشمنوں کا اعتبار
وہ دوستوں کا غم گسار

نعت

اُسوہ جُود و سخا مُحمّد کا
شاہ بھی ہے گدا مُحمّد کا

پاکِ قدآن ان پہ اترا ہے
ہے شریعت کیا مُحمّد کا

دل بھی اور جان و مال اُن کے ہیں
کیا نہیں اور ہے کیا مُحمّد کا

اس غلامی پہ فخر ہے سب کو
کیوں ہو قیدی رہا مُحمّد کا

درد ہوگا رفع نہ مرہم سے
نام لیجیے سدا مُحمّد کا

جس سے روشن جہاں میں سچائی
قول ہر اک بجا مُحمّد کا

دل میں عاقب کے اور رکھا کیا ہے؟
آرزو، مدعا مُحمّد کا

نعت

ہوا ہے ڈانوا ڈول سفینہ
چلو چلو اب چلو مدینہ

ایک خدا ہے ایک نبی ہے
یہی ہے ایماں کا پہلا زینہ

ذکر نبیؐ سے رہے جو غافل
چینے کا اس کو نہیں قرینہ

اتنی سعادت میرے حصے
یاد نبیؐ سے پڑ ہو یہ سیدہ

مشک و عنبر پڑ گئے پھیکے
فضا معطر اور پسینہ

آپؐ کی خاطر بھولے دشمن
بغض، عداوت، نفرت، کینہ

کب چمکے گی قیمتِ عاقب
بتا جائے سبز مہینہ

نعت

بہت ارماں ہے دل کو اپنے دل کی بات کہنے کا
خدا کے بعد ہے بس مصطفیٰ کی ذات، کہنے کا

مری ہستی ترا صدقہ، ترا صدقہ ہے یہ دنیا
شرف میرا، زمانے کو تری خیرات کہنے کا

ہزاروں دن ہیں جس کی تابناکی سے مہر افشاں
کسے ہے حوصلہ اس رات کو پھر رات کہنے کا

خدا تو فسیق دے جس کو شرف اس کو یہ ملتا ہے
نبی کی بات سننے، کا نبی کی بات کہنے کا

کہیں الفاظ رکھتے ہیں، کہیں جذبے ٹھٹھکتے ہیں
ابھی سیکھا نہیں، ہم نے سلیقہ نعت کہنے کا

شہا! حسین عاقب ہے ترے خدام کا خادم
اسے تو حق ہے تجھ سے اپنے دل کی بات کہنے کا

تقاضہ کر رہا ہے ہم سے عشق مصطفیٰ عاقب
چلو پائیں شرف صل علی اک ساتھ کہنے کا

نعت

لازم نہیں لب کھولوں، مجسم ہی دعا ہوں
 ہاں، میں درِ احمدؐ پہ تصور میں کھڑا ہوں
 ہے عزمِ سفرِ موئے مدینہ سرے اللہ
 دے طاقتِ پرواز کہ پر تول رہا ہوں
 رفعت ہے مرے فن کی، کروں مدحتِ احمد
 ممدوحِ خدا کے لیے میں مدحِ سرا ہوں
 دنیا کی بلندی تو ہے حاصل مجھے لیکن
 ہے بات بڑی آپؐ کی امت سے جڑا ہوں
 تسلیم کیا مجھ کو جو دنیا نے شہنشاہ
 دراصل اسے علم ہے میں کس کا گدا ہوں
 آغوشِ شفاعت میں بھلا کیوں نہ سساؤں؟
 عاقب ہوں، تمہارا ہوں میں، اچھا ہوں، برا ہوں

نعت

جب سے درودِ پاک لبوں پر سجالیا
میری دعا نے مجھ کو گلے سے لگالیا

سوتے ہوئے جو یادِ نبی دل میں آگئی
پھر خود کو مثل نام محمد بنالیا

آگے بس آپ جائیے اے شاہِ انبیاء
جبریل بولے، میں نے تو اب حد کو پالیا

فوراً نبی کا نام بھی لب پر چمک گیا
جب جب بھی میرے عشق نے نام خدا لیا

اُگنے لگی زمین سے پھر فصل نور کی
دنیا نے جب نشانِ رہِ مصطفیٰ لیا

غم کی گھٹا جو چھائی تھی دل پر، ہوا ہوئی
عاقب نے حالِ دل جو نبی کو سنالیا

نعت

اے عشقِ نبی ہم ترے اسرار سمجھ کر
خوش ہیں تجھے ایمان کا آدھار سمجھ کر

حاصل ہوا پروانہ جنت تو اسی کو
جس نے بھی کیا آپ کا اقرار سمجھ کر

اس شرف کے حامل بنو انصار، کہ تم کو
لے آئے مدینہ شہ ابرار سمجھ کر

بخشے گا خدا حشر میں، مجھ کو یہ یقیں ہے
گیسوائے محمدؐ کا گرفتار سمجھ کر

یہ راہِ نبی دیتی ہے جنت کی بشارت
اس راہ کو اپنالے، سرے یار، سمجھ کر

اسلام کا معیار ہی سیرت ہے نبیؐ کی
اپنا یہی معیار سمجھ کر

اور اس کے سوا کیا ہے متنازری عاقب؟
کوثر یہ بلائیں وہ فسادار سمجھ کر

نعت

دنیا میں کوئی مثل محمدؐ بھی ہوا کیا؟

رتبہ یہ کسی اور نبیؐ کو بھی ملا کیا؟

یہ شاہِ دو عالم ہیں، خدا کے ہیں یہ محبوبؐ

لیکن یہ شکم پر کوئی پتھر ہے بندھا کیا؟

ہر شخص کو حیرت ہے تو ہر دل کو تحس

فاراں سے چلی آتی ہے یہ ایک صدا کیا؟

لگ جائے جو لو عشقِ نبیؐ کی یہی بہتر

دنیا میں سو اس کے میاں اور رکھا کیا؟

روشن ہوئی اک شمع، کہاں؟ غارِ حرا میں

اور اس نے کہا ہم سے کہ کہتا ہے خدا کیا؟

کہتے ہیں فرشتے یہ بشر سب سے جدا ہے

اک نورِ مجسم اسی پیکر میں ڈھلا کیا؟

دعوے تو بہت کرتے ہو تم عشقِ نبیؐ کے

عاقب! یہ بتاؤ کہ کوئی اشک بہا کیا؟

نعت

رحمتیں جتنی بھی ہیں عرش کی زبیل میں
 دے چکا وہ سب خدا آپ کی تحویل میں
 چاند سورج اور فلک نور کی ترسیل میں
 ہو گئے نا کام سب آپ کی تمثیل میں
 یہ وہی تو نور ہے، یہ وہی تو خاک ہے
 ہو گئی آدم سے جو منتقل ہابیل میں
 جان دیتے ہیں سبھی بس نبی کے نام پر
 عشق میں فرصت کسے جائے جو تفصیل میں
 عشق میں عاقب نے دی اپنے جذبوں کو زباں
 جن کو رہنا تھا رہے صرف قال و قیل میں

نعت

منزلیں زیرِ گام کر لیں گے
 خود کو تیرا غلام کر لیں گے
 خاکِ طیبہ میں اپنی خاک ملے
 ہو سکا، تو یہ کام کر لیں گے
 گر نہ ممکن ہو دیدِ روضے کی
 ہم یہیں سے سلام کر لیں گے
 ہم مدینے کا ذکر سنتے ہی
 عشق کو تیز گام کر لیں گے
 عشق والے خدا کی رحمت کو
 ہم سخنِ ہم کلام کر لیں گے
 راہِ عشقِ نبی میں عاقبِ جی
 سوچنا کیا؟ قیام کر لیں گے

نعت

سارے پیمبر بزرگ و عالی
 اپنے نبی کی بات نرالی
 آپ ہیں داتا، آپ سخی ہیں
 ہم ہیں سوالی، دامن خالی
 سارے جہاں میں صرف نبی جی
 آپ کا ہی کردار مشالی
 ذکر نبی سن جھوم رہا ہے
 پتا پتا، ڈالی ڈالی
 شہرِ مدینہ کی وہ پسنگھٹ
 یعنی ڈگر وہ دیکھی بھالی
 طلوع ہوا جب مہرِ نبوت
 رات ہے بھاگی جہل کی کالی
 تھامے رہے گا آپ کا دامن
 عاقب نے اب قسم ہے کھالی

نعت

سلطنت ہے، مملکت ہے، نہ کوئی دربار ہے
پھر بھی صدقہ، بادشاہوں کو ترا درکار ہے

عاشقوں نے جاں نثاری کا سبق جن سے لیا
وہ ترے رمز آشنا بعد اُن کی چارہ ہے

جس طرف دیکھا، مسخر کر لیے قلب و شعور
کس کا جادو، کس کی ایسی چشم پُر انوار ہے؟

داستانِ رنج و غم ہوتی چلی ہے مختصر
اب مجھے ”صل علی“ کے ورد کا آدھار ہے

اِس مدینہ شہر کی مٹی ہے عاقب، عطر بیڑ
یہ وہ مٹی ہے کہ جس میں، مُشک کی مہکار ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن

ذرا ادب سے، ذرا سنبھل کر کا شور ہر سو ابھر رہا ہے۔
یہ سیرت مصطفیٰ کا جلسہ ہے،

دھیرے دھیرے جو راستوں سے گزر رہا ہے۔
ہیں مدرسوں کے لئے مدد کی کہیں اپیلیں
کہیں تعاون کے عرض داروں میں 'سبیلیں'
مجتوں کے مگر ہیں ان سب سے بڑھ کے دعوے
کہ جن کی تصدیق میں لگاتے چلے ہیں عاشق ہزار نعرے
ہراک نعرے میں گھن گرج جیسے بجلیوں کی
خبر ہراک میں خدا کی مضطر تجلیوں کی
”کبھی نہ دامن نبی کا چھوڑیں گے،

ہم نہ دامن نبی کا چھوڑیں۔

جو عہد و پیمان کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے،

وہ عہد و پیمان کبھی نہ توڑیں“

یہ سن کے میرا بھی جذبِ ایماں پھڑک اٹھا ہے
 جو میرے اندر چھپا ہے عاشقِ نبی ﷺ کا
 ہو کے شریکِ جلسہ، وہ بھی یہ نعرے لگا رہا ہے۔
 کہ دفعتاً مجھ سے کوئی نادیدہ ہستی بولی،
 ”میاں! بُرا تو لگے گا تجھ کو،
 تری صداقتِ کدھر کو ہو لی؟
 ذرا سی معقولیت سے پہلے تو کام تو لے،
 نہ چھوڑ دامنِ نبی ﷺ کا لیکن
 تو پہلے دامن کو تھام تو لے۔“

حمدیہ اور نعتیہ ماہئے

دے فکر کو تو عظمت
 حمد تری لکھوں
 ہے مجھ میں کہاں طاقت؟

ہیں دونوں جہاں تیرے
 نام مرے لکھ دے
 تو، اپنے مکاں کے پھیرے

میں حدِ ادب مانگوں
 عمر، مری اللہ
 ترسٹھ سے میں کم چاہوں

پتے سبھی جھڑ جائیں
 ساتھ رہے گا تو
 جب سارے بچھڑ جائیں

قطروں پہ ہوتی میرا
تیرا کرم تو ہے
اک بہتا ہوا دریا

امت کے بھی رہبر ہیں
پیارے نبی جی آپ،
رحمت کا سمندر ہیں۔

عقبی کا خزینہ ہو
وقتِ نزعِ آفا
آنکھوں میں مدینہ ہو۔

تقدیر کی رفعت ہے
مہدِ حلیمہ کو
حاصل جو سعادت ہے۔

وہ شافعِ محشر ہیں
شاہِ اممِ عاقب! لا
لا ثانی پیمبر ہیں۔

نعتیہ قطعات

یہ جتنا آسماں، جتنی زمیں ہے
 نہایت خوبصورت اور حسین ہے
 بہت کچھ ہے یہ لیکن درحقیقت
 محمد ﷺ کے بنا کچھ بھی نہیں ہے

کرتے ہیں ہم یہاں یہ بات تمام
 رہ نما ہے تری حیات تمام
 رحمتوں سے نوازنے والے!
 تیری محتاج کائنات تمام

جن و انساں، پرندے تب نہیں تھے
 جو آئے بعد میں، وہ سب نہیں تھے
 خدائی تھی، نہ تھی جلوہ نمائی
 زمانے میں محمد ﷺ جب نہیں تھے

شان و شوکت مرے محمد ﷺ کی
 اور نہ دولت مرے محمد ﷺ کی
 جس نے دل دشمنوں کے جیت لئے
 وہ تھی سیرت مرے محمد ﷺ کی

حسین عاقب
کی انگریزی
نعتیہ شاعری

COINAGE OF 'PROPHIEM'

'PROPHIEM' is a word coined specially for denoting the praise of the holy prophet of Islam, Mohammad (PBUH) . It is attributed to the poems written in praise of prophet Mohammad. A PROPHIEM has a synonym in Arabic, Urdu and Persian as NAAT. It has been coined by Khan Hasnain Aaqib by intermingling of two words , mainly, PROPHET and POEM. From prophet, the syllable "Proph" is taken and from POEM, "em" is taken and these two syllables have been joined by a simple "I" to make it comfortably pronouncable. He has created many prophiemis in English. Till now, there was no such word existing in English lexicon for denoting the poems written in praise of the prophet where as the NAATS are being written in his praise for about one and a half thousand years.

The word PROPHIEM itself seems having linguistic beauty as well as the acceptability of the lingual characteristics. Many grammarians, critics and poets around the world have praised and appreciated the coinage of the word. I hope the new word Prophiem and the Prophiems themselves will succeed in drawing your attention. Your feedback will be highly appreciated.

Publisher

A PROPHIEM

KHAN HASNAIN AAQIB

(A prophiem explaining the coinage of the word Prophiem)

Most people ask me, what is a prophiem?

Will you tell us, from where does it stem?

To praise God is to pray Him, I believe

So is about His prophet, you may perceive

Abraham, Moses and Jesus, for their age

Were god's prophets and delivered His message

To the world, and its people that were astray.

Then the last prophet, in Arab, let me say

That sun rose over the hills of Faaraan

And Oneness of god he preached, and that is Imaan.

Some words, in his praise, like many I write

Taking my poetic art to its desired height

Just out of love for him, in fact, passion
I tread a path, by others yet not taken.
For such poem in English, I attribute a word
This word, I am sure, no one may have heard.
'Proph' is for prophet, 'em' is for poem, joined by 'i'
I am telling all this, before you ask me 'why'.
A prophiem wades through the life of prophet
His deeds, teachings, his person, and events he met.
Although on island of knowledge I am an elf,
The coinage of 'prophiem' I owe to god and myself.

**Critical views of renowned
English poets and critics
on "PROPHIEM".**

Dear Respected Poet Khan,

Good spiritual write. But, you could have added a better poetic angle too.

To praise God is to pray Him, I believe (Spiritual words, try using in holy tone , instead of a mere statement)

" So is about His prophet, you may perceive

" Abraham, Moses and Jesus, for their age

" Were god's prophets and delivered His message

" To the world, and its people that were astray.

The thread of the prophiem is good, the style can be modified, if the poet wishes so This is still an excellent verse.

In literature, we frequently read of a prophet; and in the sense of the letter prophet signifies those to whom revelation is made, also abstractedly, revelation itself; but in the internal sense, a prophet signifies one who teaches, and also abstractedly doctrine itself; and as the Lord is doctrine itself, that is, the Word which teaches, He is called a Prophet, as is Moses. The subject is so wide, as declared or proclaimed both in holy books of QUR'AAN and BIBLE. According to my personal view, we have to study all the holy books and extract the holy themes or holy Revelations in a poetic way. Then the readers will surely enjoy.

Congrats, dear Poet, Regards & Love

William George Maveli,

(Kerala, India)

I was confused about what PROPHIEM means at first. But now that I know the meaning, it is very creative! Great poem, mashallah

Asmaa As-Siddiq. Decatur, Georgia.

The love of God in any language is honest to each individual. Those who have no faith have just the same rights as those who believe. Your observation and the words you express are significant for all the sentiment your words give are excellent

Barry Scott Crisp, Australia

Dear Hasnain,

I am esteemed that you should call me friend and thank you for your messages. Although I worship Jesus, we are both poets and are inspired by Mystery. So Knowledge and Mystery and Unknowing are bound in Love. I pray for God's Blessing on your Inspirations.

Chris Johnson

Wollongong, NSW, Australia.

A delightful poem where you coined a new word.

David Wood,

Swansea, Wales, United Kingdom

This is a brilliant poem describing the prophet. Very nicely penned. Even Google calls and knows such poems as salam poetry or qasida.

S.Zaynub Kamoopuri.

Daressalam. Tanzania.

I enjoyed reading your poem. This coining of a new word is quite clever. And you explained so clearly how you arrived at this word. Truly, an inspired writing.

Lorraine Colon.

Missouri. United States of America.

Whenever I read poems of this ilk,I am weak in amazement.What is it that you think when you take to write? Gracious God! When I saw first the word 'PROPHIEM,' I sought my lexicon,but couldn't find it.But then when I was done reading,I thought the word had existed a long time by the way and manner it's meaning was diagnosed and treated.

I am in awe, and convinced that God hears my prayer
for you that HE USES YOU LIKE THE PEN OF A
READY WRITER. Keep it up sir and God bless you.

SOLOMAN WALKER OKAISABOR.

NIGERIA

A confident and brilliant voice with a mystic touch, I call
mystic one who seeks for different chances and new
ways to try to reach God and Holy figures! ! !

SHAZIA BATOOL.

Pakistan.

PROPHIEM 1

It was around fifteen hundred years back
When the earth was actually off the track.
And Arabs, the Bedouine Arabs,
Were as astray as the wild shrubs.

Darkness, the blind darkness of ignorance,
Was all over the land; And the non-sense
Practices and rituals and customs,
Prevailed in air like the sound of drums.

Tribal enmities would, of course, last
For centuries, over a trifle issue of past.
And the prejudices of creed and caste!
Their area of influence was very vast.

The then Africa, Europe and Asia were no better
 With a slight difference, they had nothing to offer.
 They might be somewhat good in one respect,
 But surely, there had been some dark aspect.

Then God was very considerate and kind
 And He made up His mind,
 To Arab, He sent His last messenger
 Who was the entire world's purifier.

From Almighty, let me say and mind,
 He was a gift to the whole mankind.

KHAN HASNAIN AAQIB

(Critical review of this prophiem)

A writing that stands apart and the age of ignorance is narrated in a compact rhyme. The use of similes 'as astray as the wild shrubs'/.air like the sound of drums.' beautifies the poem. Well-done Sir!

Yasmeen Khan . Pakistan.

PROPHIEM 2

By the earth and by the sky blue!
What the prophet was, shouldn't I tell you?
As far as my faith does catch,
I can tell you, he has never, never a match.
And he led in Al-Quds, all prophets' batch.

He was as honest as nobody ever was
And for the world to be, he was a cause.
When he was born, it was the rise of a sun,
And that sun! It was beyond any comparison.
He turned into spring, the hot, hot autumn.

This is the part of my faith and my belief,
That on tree of prophethood, he was the last leaf
His pious teachings were the sign of salvation
It were for world's complete reformation.
Before he left the world, his work he had done.

PROPHIEM 3

All prophets came and went
And did their work with grace.
To each land were they sent,
To fill with thy name, the space.

They shaped sometimes only a few
And over the years, no one knew
The aim of life, and they drew
All them on cross, bigots and Jew.

Then came shining a star
Radiant, with divine light was
His image; be near or too far,
For world's existence, he was a cause.

God loved and did him pure
And made him holy, sacred and sure
To convey the sinners to heaven
By guiding them to a way, safe and even.

Bore he hardships and said nothing,
Showered benisons for troubles, the King
Of all universes, was who the orphan,
Got evils and vice from world to run.

The head of prophets justly called
Humans to believe in Oneness of god.

PROPHIEM 4

OF HIM, WHAT THEY SAID!

For about one and a half thousand years
 Saints and sages and kings and seers,
 Have been defining the last prophet's profile,
 In their own way, and in their own style.
 Out of that, here I put up a few
 What they think of him, how their thoughts grew!
 To him, full attention most people paid
 I just sum up, of him what they said.

In "Heroes and Hero Worship", Thoman Carlyle said,
 "As a true prophet, he, to me has stayed".
 " Most influential man in human history", said Thomas
 Carlyle,
 When he studied prophet's life, and thought for some
 while.
 "And His was a voice from unknown deep".
 In good faith, Carlyle's words we should keep.

"Of all sacred religions", Leo Tolstoy says,
"In prophet's teachings, lies the essences. "

In "Voltaire and Islam", goes Voltaire's saying
"Prophet was a mighty conqueror, and a just king,
And a wise legislator and a pious prophet,
He fulfilled great role before people of this planet."

In "The Genuine Islam", G.B.Shaw writes with heed,
"For the future Europe, accetable will be Mohammad's
creed.

In the new world era, if he takes absolute lead
In solving it problems, with peace and happiness he
would secceed."

Encyclopedia Britanica does honestly write
"The prophet was a man with great insight,
And he was a man honest and upright,
Winning loyalty of those, like-wise honest and upright."

"The prophet was", as his view Lane Pool made,

"Most faithful protector of those he protected."

In "Biography of Prophet", Karen Armstrong made it clear,

"Non-violence was the culmination of his prophetic career".

In "Life Of Mohammad", Sir William Muir wrote,

And his candid words, I must really quote.

"Modesty and kindliness, generocity and patience,

In prophet's conduct , pervaded this essence".

Keeping his faith solemn, sincere and dart,

In "The 100", thus put in Micheal Hart,

"Supremely successful for religious and secular cause,

The only man in human history, the prophet was..."

In "Life And Teaching Of Mohammad", Annie Besant says,

About the messenger of Supreme, his character and

his ways,

"It is impossible for anyone, studying prophet's life,
To feel anything but revernce towards Him and his
strife."

What I wrote here, is truth bound
And in books and on web, all can be found.
In this work, I said nothing without reference
And all that you read here, makes positive sense

KHAN HANAIN AAQIB

(Critical reviews of this prophiem)

I am not Muslim but you use words coherently. In view
of religious democracy and my rating your use
of words only you can be my friend. My poems are a
bit quizzical, simple or Christian theme if you want to
rate me.

Tracy Allott

Barnsley, South Yorkshire, United Kingdom.

I thought this was a fabulous intuitive and informative write, with wonderful words. For me, Yusuf Islam, (Cat Stevens) has opened many gates I know i must explore. This is filled with so many wonderful references.

Richmond Harding.

U.K.

It is a sublime narrative put in couplets. The inclusion of references is great adding greatly to our knowledge.

Thanks for sharing. God bless you.

Prof. Yasmeen Khan.

Pakistan



خان حسنین عاقب

حسین عاقب کا علم، ذہن اور قلم، تینوں ہمیشہ باہم ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی جدوجہد میں مصروف رہتے ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران حسنین عاقب اپنی ادب پر ایک مقبول شخصیت اور ایک معروف صاحب طرز و اسلوب شاعر اور ترجمان نگاری حیثیت سے ابھرے ہیں۔ ان کے شعری مجموعے 'زم آہو' کی سہ پدمتبولیت نے انھیں جدید اردو ادب میں نئی نسل کی نمائندگی کرنے والے شاعر کا مقام عطا کر دیا ہے۔

حسین عاقب اپنی فکر و نظریات اور خیالات کا علم اپنے تجربات، مشاہدات اور احساسات سے کشید کرتے ہیں۔ ان کی شاعری، نئی شاعری ہے اور ان کا ہیچان کا مشق رسول ہے جس کی بنیاد اقبال کے اس شعر کے مطبوعہ پر استوار ہوتی ہے۔

مصطفیٰ برساں تو بھل را کہ میں ہوا دست

اگر بہ او نہ رسیدی، تمام ہو گئی است

چونکہ عاقب کو اردو کے علاوہ ہندی، انگریزی اور فارسی زبانوں پر بھی کلمہ حاصل ہے، اس لئے انھوں نے اردو اور فارسی کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی نہ صرف شاعری کی بلکہ انگریزی زبان میں نعت کے لئے **PROPHIEM** لکھا ہے اور ان کے اس زبان کے ذخیرہ الفاظ اور انگریزی نعت میں اضافہ کیا ہے۔ انھوں نے چھٹی زبانوں میں شاعری کی ہیں، ان میں آپ **پروفیشنل** کے پروفیشنل کے ساتھ ساتھ ادبی شاعری بھی پائی جاتی ہے۔ خاصہ یہ کہ ان کی تمام نعتوں کا مجموعہ ہے جو آپ سے درج کردہ کتابیں بلکہ مطالعہ کا مطالعہ کرتا ہے۔

خان حسنین عاقب کی مطبوعہ کتب

- ۱۔ زم آہو۔ مجموعہ غزلیات (اردو)
- ۲۔ شہادت اربعہ۔ (مجموعہ شہادت)
- ۳۔ انگریزی نعتوں کا مجموعہ **Flight Of A Wingless Bird** (پاراول۔ ۲۰۰۰)
- ۴۔ غلام مجدد ورنہ۔ (مجموعہ نعت)
- ۵۔ اقبال کی اقبال سے آگاہی ہے۔ (اقبال پر مشابہت کی تعویذی نعتوں اور تراشے پر مبنی)

انگلی اشاعتیں

- ۱۔ انگریزی نعتوں کا مجموعہ : **Flight Of A Wingless Bird**۔ پاراول
- ۲۔ انگریزی آپ بیتی : **Life Knocks Again**
- ۳۔ بچوں کے لئے انگریزی نعتوں کا مجموعہ : **Angels Smile**
- ۴۔ انگریزی قواعد پر مبنی انگریزی کتاب : **Juggling With English Grammar**
- ۵۔ غور و فکر کی پہلی کتاب۔ غور و فکر کی ایک شش بہت تنگ۔
- ۶۔ پرمیوں کی ضرورت آپ نہیں ہے۔ (اردو نعتوں کا مجموعہ)
- ۷۔ نقد خیال۔ (تنقیدی و تجزیاتی مطالعات کا مجموعہ)